مئی ۱۹۸۷ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

- بندہ مومن کی شخصیت کے خدوخال
- نفاذِ شریعت اور علماءِ کرام
- مسئلہ سندھ ۔ دو اہم مقالات

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

تازہ، خالص اور توانائی سے بھرپور

پاک پیور®

مکھن اور دیسی گھی

یونائیٹڈ ڈیری فارمز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
(قائم شدہ ۱۸۸۰) لاہور
۲۲- لیاقت علی پارک ۲- بیڈن روڈ- لاہور، پاکستان
فون: ۲۲۱۵۹۸-۳۱۲۷۵۴

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهٖ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

جلد ۳۶
شمارہ ۵
رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
مئی ۱۹۸۷ء
فی شمارہ -/۵
سالانہ زرتعاون -/۵۰

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

36/6/12

مینجنگ ایڈیٹر
اقتدار احمد

ادارہ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی
حافظ عاکف سعید
مقبول الرحیم مفتی

سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک

سعودی عرب، کویت، دوبئی، دوحا، قطر، متحدہ عرب امارات — ۲۵ سعودی ریال یا -/۱۵ روپے پاکستانی

ایران، ترکی، اومان، عراق، بنگلہ دیش، الجزائر، مصر۔	۶ امریکی ڈالر یا -/۱۰۰ روپے پاکستانی
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک، جاپان وغیرہ۔	۹ امریکی ڈالر یا -/۱۵۰ 〃
شمالی وجنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ۔	۱۲ امریکی ڈالر یا -/۲۰۰ 〃 〃

ترسیل زر: ماہنامہ میثاق لاہور یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ ماڈل ٹاؤن برانچ
۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۱۴ (پاکستان) لاہور

مکتبہ تنظیم اسلامی ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۸۵۲۶۸۳-۸۵۲۶۱۱

سب آفس: ۱۱۔ داؤد منزل، نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی فون ۲۱۶۵۸۶

طابع: چوہدری رشید احمد مطبع: مکتبہ جدید پریس شارع فاطمہ جناح، لاہور

مشمولات

عرضِ احوال ——— ۳

اقتدار احمد

خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود ——— ۱۳

مقبول الرحیم مفتی

ماہِ صیام ——— تزکیہ نفس کا موسمِ بہار ——— ۱۹

مولانا سید الرحمٰن علوی

الہدیٰ (نشست ۔ ۲۱) ——— ۲۷

ڈاکٹر اسرار احمد

مسئلہ سندھ ——— دو اہم مقالات ۳۷

(۱) قومیتی مسئلہ محمود مرزا ایڈووکیٹ ۳۸

(۲) سندھ بنام پنجاب مولانا عبدالوہاب چاچڑ ۴۴

محاضراتِ قرآنی (۱) ——— ۵۷

نفاذِ شریعت اور علماء کرام

مقبول الرحیم مفتی

آیتِ کریمہ کی فضیلت اور تاریخی پس منظر ——— ۶۵

مولانا اخلاق حسین قاسمی

افکارِ معاصرین ——— ۷۱

کیا انتخاب تبدیلی کا واحد راستہ ہے۔

مقبول الرحیم مفتی

رفتارِ کار ——— ۷۵

سالانہ اجتماع اور سالِ گزشتہ کی کارکردگی

افکار و آراء ——— ۸۵

اقتدار احمد

قرآن اکیڈمی کراچی
12/11/636

○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

عرضِ احوال

ملکِ خداداد پاکستان کی موجودہ حکومت اور اس کے اختیار و اقتدار کے اخلاقی و قانونی جواز کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا اپنے لئے دشوار پاتے ہوئے بھی ہم اسے بطور ایک امرِ واقعہ کے تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ہیئتِ مقتدرہ توریفرینڈم اور انتخابات کی رام لیلا اور عوامی نمائندگی کا سوانگ رچا کر ایوان میں پہنچی ہے' بدترین آمریت اور خالص فسطائی جبر کے ذریعے بھی جو تختِ حکومت پر متمکن ہو گیا' یہاں تو اسے بھی مَیلی نظر سے دیکھنے کی روایت مستحکم نہ ہو سکی۔ مزید بر آں خالص فقہی زاویۂ نظر تو ہے ہی یہ کہ زمامِ کار کوئی بھی مسلمان سنبھال لے' کسی بھی طرح اقتدار پر قابض ہو جائے' اس کی قوت کا مدار کچھ بھی ہو' اگر وہ اپنے آپ کو اور اپنے اختیار کو مالک الملک تعالیٰ کی مرضی کا تابع کر دے تو وہ بھی ہمارے لئے "اولی الامر منکم" میں شمار ہو گا جس کی اطاعت فی المعروف کا پابند ہمیں خود احکم الحاکمین نے کیا ہے۔ صدرِ مملکت اور ان کے وزیر اعظم کی تاحال کارکردگی کا ریکارڈ دیکھتے ہیں تو سوائے مایوسی کے ہمارے پلّے کچھ نہیں پڑتا لیکن نصح و خیر خواہی کے اس مفہوم کو پیش نظر رکھ کر جس کی صراحت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اربابِ حل و عقد کے باب میں فرمائی ہے اور آپؐ کے اس قولِ فیصل سے امید کی روشنی حاصل کرتے ہوئے کہ

"اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَّاحِدٍ يُصَرِّفُهٗ كَيْفَ يَشَآءُ ....."	"بنی آدم کے تمام دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ایک ہی دل کی مانند ہیں، اسے جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے ....."

یہ جسارت کر رہے ہیں کہ ان کے بعض حالیہ بیانات پر کچھ معروضات پیش کریں۔ ع

انداز بیاں گرچہ بہت خوب نہیں ہے!!
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

وزیر اعظم محمد خاں جونیجو کی ذاتی شرافت و نجابت مسلمہ ہے اور ہم یہ توقع رکھنے میں بھی حق بجانب ہیں کہ وہ عام معنوں میں سیدھے سادھے مسلمان بھی ہیں۔ انہیں ضرور احساس ہو گا کہ اللہ رب العزت نے انہیں قصرِ حکومت میں پہنچا کر فی الحقیقت ان کے دوشِ ناتواں پر ایک بھاری ذمہ داری کا بوجھ ڈال دیا ہے۔ وہ ایک دن بقدرِ وسعتِ اختیار اس کی عدالت میں مسئول ہوں گے اور وہ دن دور نہیں۔ بس آیا کہ آیا..... لندن میں بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے شاید وہ بھول گئے تھے کہ اس کی ویڈیو ٹیپ ایک اور جگہ بھی تیار ہو رہی ہے۔ وہاں ان کی بات کے اس مفہوم میں کوئی اگر مگر حائل نہیں تھا کہ ہم مجوزہ شریعت بل کو پاس نہیں ہونے دیں گے کہ اس سے ایک مخصوص فرقے کی بالادستی قائم ہوتی ہے۔ ہم کسی ایک فقہ کو سب لوگوں پر مسلط نہیں کر سکتے۔ وغیرہ...... لیکن وطنِ عزیز کی فضا میں داخل ہوتے ہی کراچی ایئرپورٹ پر انہوں نے اپنی بات کو یہ کہہ کر بزعمِ خویش ایک خوبصورت جامہ پہنانے کی کوشش کی کہ ہم شریعت بل کو شریعتِ محمدیؐ کے مطابق بنائیں گے۔ بل کو متنازعہ نہیں بنانا چاہتے"۔ تیری آواز مکے اور مدینے..... اور درویش کی صدا کیا ہے! ۔ ان سطور کے راقم کا یہ منصب نہیں کہ وزیر اعظم سے وضاحت طلب کرے' یہ کام محترم مفتی محمد حسین نعیمی صاحب اس اخباری بیان کے ذریعے بروقت کر چکے ہیں کہ شریعتِ محمدیؐ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی تعریف سے بھی رجالِ دین کے علم و فہم کو جلا بخشی جائے۔ ہم تو اس موقع پر جناب جونیجو سے محض دو آسان امتحانی سوالات پر اکتفا کریں گے جن کے جواب سے شریعتِ محمدیؐ کا مفہوم ہم جیسے عامی لوگوں پر بھی آشکار ہو سکتا ہے۔ ایک ذاتی نوعیت کا اور دوسرا ان کے منصب کی مناسبت سے۔ ہم قوی امید رکھتے ہیں کہ شریعت کے نفاذ کا مدعی ہمارا وزیر اعظم پیچیدہ فقہی مسائل کی

باریکیوں سے نہیں تو دین کے بنیادی حقائق سے ضرور واقف ہو گا۔ بلکہ ایسی باتیں تو مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کی سعادت کے ناتے انہیں گھٹی میں پلائی گئی ہوں گی۔ ہم پورے خلوص و اخلاص سے انہیں یہ بھی یقین دلاتے ہیں کہ ہمارا ارادہ کسی بھی طور طنز و استہزا کا نہیں دلوں کے بھید جاننے والا گواہ ہے کہ ہم پوری دردمندی سے انہیں ان کی فلاحِ اُخروی کی طرف متوجہ کر رہے ہیں و گرنہ ع

مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے

ذاتی نوعیت کے سوال کی تمہید یہ ہے کہ ستر و حجاب (اور جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے حوالے سے مروّجہ اصطلاح میں چادر اور چار دیواری) کے مسائل و احکام سے قطع نظر پردے کے خالص قرآنی آداب سے تو جناب جونیجو ضرور باخبر ہیں۔ وہ برّ کوچک میں اسلامی تہذیب و تمدن کے اوّلین گہوارے 'سندھ..... کے بھی دیہی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا اس باب میں شریعتِ محمدیؐ کے خالص غیر فرقہ وارانہ احکامات بھی انہیں یقیناً معلوم ہوں گے۔ ان کے وفد کے بعض معزز اراکین اپنی بیگمات کو جیسے سولہ سنگھار کروا کے محفلوں میں سجاتے رہے چلئے اس کی ذمّہ داری سے بھی انہیں بری کئے دیتے ہیں.....لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا لیکن بُرا ہو ٹی وی کی دست درازیوں کا' آنکھوں دیکھنے کے بعد ان سے بصد ادب سوال ہے کہ وہ دیارِ غیر میں اپنی دخترِ نیک اختر کو کھلے سر اور لہراتے بالوں جس طرح بے حجاب ساتھ لئے پھرے اور اپنوں پرایوں سے جیسے بے تکلف مصافحے کراتے رہے اس کا جواز شریعتِ محمدیؐ کی کس تعبیر سے انہیں حاصل ہوا تھا؟ جنابِ وزیر اعظم! اس گستاخی پر ہم درویشوں کو آپ جیسے چاہیں عقوبت کا سزاوار ٹھہرالیں "بڑا بے ادب ہوں' سزا چاہتا ہوں" لیکن یاد رکھئے داورِ حشر بہت سے دوسرے لوگوں کے ساتھ آپ کو بھی اس بات کی جوابدہی کرنی ہو گی کہ عائشہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نام لیوا یہ دخترانِ قوم۔ "چشمِ فلک نے آج تک دیکھی نہ تھی جن کی جھلک" ...... کیوں اور

کیسے بے حجاب ہوئیں!!

جونیجو صاحب سے ان کے منصب کی مناسبت سے ہمارا دوسرا سوال خود اپنے اندر یہ جواب رکھتا ہے کہ "ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس" جس سے آج انسانیت بالعموم اور اللہ کے دین کی برکات کی یہ موعودہ تجربہ گاہ یعنی پاکستان بالخصوص دو چار ہے کسی بھی واقعی اور مثبت تبدیلی کے لئے انقلابی جدوجہد کی سکت رکھنے والے مردانِ کار کی راہ تک رہی ہے۔ بایں ہمہ انہیں بتانا ہوگا کہ ملک میں جاری و ساری مالیاتی امور سے متعلق بے شمار خالص غیر اسلامی معاملات پر مستزاد پرائز بونڈز کی اُمّ الخبائث لعنت پر شریعت محمدیؐ میں کیا تنازعہ ہے جس میں سود اور جوئے کا قرانِ نحس ہی نہیں ملکی معیشت کے اعتبار سے بھی قباحتوں کا ایک سلسلۂ نامسعود مستوُر ہے۔ 'قومی بچت' کی اس نادر سکیم سے نہ جانے کتنی بدعنوانیاں وابستہ ہیں۔ بہت سے راز تو سربستہ ہیں 'طشت از بام بات یہ ہے کہ اس سے ایک طرف تو بے زر' راتوں رات' زردار' ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف' زردار' اس کو اپنا زرِ سیاہ سفید کرنے کے لئے یوں بطور صابون استعمال کر رہے ہیں کہ فرق صاف ظاہر ہے۔

صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے بھی ان کے خطابِ پارلیمنٹ کے سلسلے میں..... "اوصیکم و نفسی بتقوی اللہ کے زیر عنوان کچھ عرض کرنا ہے۔ وہ گولف کے تو صرف شائق ہی تھے اب میدانِ سیاست کے بھی مانے ہوئے کھلاڑی ہیں۔ سیاست میں انہیں مات دینا نہ ہمارے مقاصد میں شامل ہے نہ مقدور میں "یہ تاب' یہ مجال' یہ طاقت نہیں مجھے"۔ "لیکن لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجیے" ان کی ذہانت و فطانت سے پُر ذو معنی باتیں اور کہہ مکرنیاں سن کر حسرت آتی ہے کہ یہ صلاحیت و مہارت اس ملک کی صحیح سمت میں "اسلامائزیشن" میں صرف ہوتی تو تاریخ میں ان کے لئے کیا مقام اور آخرت کے لئے کیسا توشہ فراہم کر

سکتی تھی جس پر انہوں نے لگ بھگ دس سال مطلق العنان حکمرانی کی ہے۔ لیکن اللہ کی قدرتِ کاملہ سے آج بھی بعید نہیں کہ انہیں توفیق ارزانی فرما ہی دے۔ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں ان کی تقریر کا ہر موضوع تفیصلی بحث کا طالب ہے اور ہم ان پر بات کرنا چاہیں تو وہی نقشہ ہو گا کہ۔

جس نے چھینی تھی کل ہماری نیند
ابتدا پھر وہی کہانی کی

لٰہذا یہ کام ہم اراکین پارلیمنٹ اور دانشورانِ قوم کے سپرد کرتے ہوئے صرف ایک نکتے کی داد پر اکتفا کریں گے۔ ہمیں اپنے جریدے کی صحافت کی تنگ دامانی کا پاس بھی رکھنا ہے۔ تاہم اس سے پہلے ایک ضمنی بات پر جو پارلیمنٹ میں بھی ضمناً ہی ہوئی، گفتگو کرتے ہوئے ہم بھی شاید پارلیمانی روایات کا لحاظ نہ رکھ سکیں، پیشگی معذرت طلب کرتے ہیں کہ ؎

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف
آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

صدرِ باتمکین جب خطاب کے لئے روسٹرم کی طرف تشریف لے جارہے تھے اس وقت چند معزز اراکینِ پارلیمنٹ (سینٹ اور قومی اسمبلی) نے اٹھ کر کچھ ترتیب سے، کچھ بے ترتیبی سے بہر حال جمہوری مے خانۂ مغرب کے نرالے انداز کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کچھ باتیں کہیں جنہیں ملا جلا لیا جائے تو خلاصہ یہ بنتا ہے کہ ہم دس سال سے آپ کی تقریریں سن رہے ہیں ذرا باہر نکل کر خود بھی سنیئے، اپنے وزیر اعظم کے اعلانِ لندن کا نوٹس لیجئے جو شریعت بل کو نامنظور کر کے آئے ہیں ہمارے سوالات کے بھی جوابات عنایت کیجئے...... وغیرہ...... صدر صاحب نے اس پر فرمایا "اگر آپ قوم اور ملک کے لئے روایات برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو پھر آپ اپنی پارلیمانی روایات کے مطابق پہلے مجھے سن لیجئے"

آپ نے یاد دلایا تو ہمیں یاد آیا کہ ہماری خالص اپنی بھی کچھ پارلیمانی روایات

ہیں جو سرورِ کونین ؐ کے نائبین ؓ نے قائم کیں۔ وہی شاہِ دوجہاں ؐ جن کے حضور ہدیۂ نعت (بشرطِ ترنم) سن کر آپ آبدیدہ ہو جاتے ہیں' وہ آقا ؐ جس کے کرم سے آپ کی "بات اب تک بنی ہوئی ہے" ان کے یارِ غار ؓ نے خلافتِ رسول کا منصب سنبھالتے ہی وقت کے ایوانِ صدر 'یعنی مسجدِ نبوی ؐ میں قوم سے جو افتتاحی خطاب کیا وہ یقیناً آپ کی نظر سے گزرا ہے۔ ان کے دوسرے ساتھی جو آج بھی روضۂ اطہر میں قرب و رفاقت کے مزے لوٹ رہے ہیں' امیرالمومنین' خلیفۃ المسلمین عمر ؓ ابن الخطاب 'جن کی حکومت بحروبر کے اتنے حصے پر قائم تھی کہ اس کا رقبہ موجودہ پاکستان سے دسیوں گنا بڑا تھا 'مجلس شوریٰ کے روسٹرم یعنی مسجدِ نبوی کے منبر سے صدارتی تقریر فرمانے لگے تو ایک رکنِ پارلیمینٹ نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھائے بغیر کھڑے ہو کر اعلان کیا تھا کہ "نہ سنیں گے' نہ اطاعت کریں گے' پہلے ہمیں بتایا جائے کہ دراز قامت امیرالمومنین ؓ کا کرتا اس ناکافی کپڑے سے کیسے بن گیا جو مالِ غنیمت میں سے سب کو برابر تقسیم ہوا" ہائے اس چار گرہ کپڑے کی قیمت غالب جو اس کرۂ ارضی پر اسی چرخِ نیلی فام تلے پارلیمانی روایات میں ایک درخشاں اور انمٹ روایت کا اضافہ چھوڑ گیا۔ ایوان کے اس اجلاس کی کارروائی میں وہ رخنہ کیسے پُر کیا گیا تھا۔ اس کی تفصیل سے بھی جنرل صاحب لازماً باخبر ہیں۔ ہم حکیم الامّت کی زبانی بس یہ عرض کریں گے کہ ؏

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ؐ

صدرِ گرامی قدر نے بہت سے اہم امور کی جانب مجلسِ ملّی اور حکومت کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"یہ سارے کام اپنی جگہ بہت اہم ہیں لیکن میرے خیال میں اہم ترین کام جو حکومت انجام دے سکتی ہے' وہ نظامِ اسلام کا عملی نفاذ ہے ہم سے

مارشل لاء کے دور میں جو کچھ ہو سکا ہم نے کیا۔ اب آپ اس طرف توجہ دے رہے ہیں۔ مجھے احساس ہے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں۔ ہمیں یہ کام بتدریج مگر کسی تامل کے بغیر کرنا ہو گا۔ صدر نے کہا کہ نظامِ اسلام کے نفاذ کی طرف توجہ دیتے وقت نظامِ حکومت کو نظرانداز نہ کریں کیونکہ غیر اسلامی نظامِ حکومت کے تحت اسلامی نظام نافذ نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ اسلام انتخابات کی مخالفت نہیں کرتا جمہوریت کو ممنوع قرار نہیں دیتا۔ پارلیمانی نظامِ حکومت کو غیر اسلامی قرار نہیں دیتا۔ یہ تو صرف رہنما اصول مہیا کرتا ہے۔ نظامِ حکومت کے بھی 'نظامِ معیشت کے بھی 'نظامِ معاشرت کے بھی۔ آپ نظامِ حکومت سمیت ہر شعبۂ زندگی میں ان اصولوں کو اپنایئے انشاءاللہ آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔"

جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں ان جملوں میں بھی معانی کے سمندر بند ہیں 'متعدد امور محلِ نظر ہیں لیکن ہمیں محض ایک نکتے کا حق ادا کرنا ہے اور وہ بھی صرف عبارت محولۂ بالا کے سیاق و سباق میں۔ یعنی یہ کہ آپ نظامِ حکومت سمیت ہر شعبۂ زندگی میں ان اصولوں کو اپنایئے۔ انشاءاللہ آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔ بالکل ایسے ہی جیسے انہوں نے خود مارشل لاء کے دور میں نظامِ اسلام کا جتنا کچھ ان سے ہو سکا عملی نفاذ کیا اور ماشاءاللہ انہیں کچھ نہ ہوا بلکہ چشمِ بد دور کسی کو بھی کچھ نہ ہوا۔ خیرالقرون میں حدود نافذ ہوئیں تو کہرام مچ گیا تھا۔ باثر قبیلے کی ایک خاتون قطعِ ید کی حد کی زد میں آئی اور سفارشی وفد حضورِ رسالتمآب ﷺ پیشِ خدمت ہوا تو رخِ انور شدتِ غضب سے سرخ ہو گیا تھا ارشاد ہوا

لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا"	"اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا"

بد کاری کی حد قائم ہونا عملاً محالات میں سے ہے۔ کون عقل کا دشمن چار عینی گواہوں کی موجودگی میں یہ فعلِ شنیع کرے گا؟ لیکن تاریخ کے صفحات پر وہ واقعات ابد تک کے لئے ثبت ہیں کہ حدودُ اللہ کا احترام دلوں میں رکھنے والوں نے اپنی وقتی لغزشوں کا از خود اعتراف کر کے اصرار کیا کہ انہیں اس گناہ سے پاک کر دیا جائے اور نتیجتًا رجم کی وہ سزا قبول کی جو آج کی حدید حیوانیت نواز وانسانیت سوز تہذیب کے نزدیک بہیمانہ اور ناقابلِ تصوّر ہے ایک روایت کے مطابق امیر المومنین عمرؓ کے صاحبزادے سے شراب نوشی کی خطا سرزد ہو گئی تو شفیق باپ نے دُرّہ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا مبادا کوئی فرستادہ رعائت نہ برت جائے اور ہمارے لئے سرمایۂ صد افتخار وہ "مجرم" کوڑوں کا شمار پورا ہونے سے پہلے ہی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ لیکن وہ پرانی باتیں ہیں 'اب تو صورتِ حال یہ ہے کہ اسلامی جمہوریۂ پاکستان میں سالہاسال سے مارشل لاء جیسی قوتِ نافذہ کے تحت حدود آرڈی نینس نافذ ہے اور کروڑوں ابنائے وطن بقائمیِ ہوش وحواسِ خمسہ دیکھ رہے ہیں کہ کسی کے دشمنوں کو بھی کچھ نہ ہوا۔ چوری اور ڈاکے کی چیدہ اور شاہکار وارداتیں جو پولیس کے علم میں لائی جاتی ہیں' سالانہ ہزاروں کی تعداد کو چھوتی ہیں لیکن آج تک کسی کے ہاتھ یا پیر کی چھنگلیا تک نہیں کٹی۔ بد کاری (دعوت و داعیۂ گناہ مذکور نہیں) کھلے بندوں ہو رہی ہے اور کسی زانی یا زانیہ کو ایک کنکری بھی نہ ماری گئی بلکہ العیاذ باللہ اب تو حال شاید کچھ ایسا ہو گیا ہے کہ

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

شراب کتنی پی جارہی ہے اس کا اندازہ ان ہزاروں بوتلوں اور سینکڑوں پیپوں سے ہی ہو جاتا ہے جو "پکڑے" جاتے ہیں لیکن کم از کم ہمارے علم میں اب تک ایسا کوئی واقعہ نہیں آیا کہ کسی مے نوش کے ہوش کوڑوں سے ٹھکانے کئے گئے

ہوں۔ کوڑے برسے ضرور ہیں لیکن دخترِ رز سے جی بہلانے والوں پر نہیں۔ کچھ ایسا ہی حشر نظامِ اسلام کی دیگر برکات کے عملی نفاذ کا ہوا ہے۔ تفصیل کے لئے تو دفتر درکار ہیں لیکن یہ راز کس پر آشکار نہیں کہ نظامِ زکوٰۃ و عشر کے ساتھ کیا ماجرا ہوا۔ قصاص و دیت کے قانون کے ساتھ کیا بیتی' سود کے خاتمے نے کیا بہروپ بھرے' ناظمین صلواۃ کی کیسی عزت افزائی ہوئی اور قناعت و سادگی کے وعظ نے عمل کے کیا گُل دکھائے۔ ہمیں ورق سیاہ کرنے سے کیا حاصل! "دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں" سے کونسی بات پوشیدہ ہے۔ البتہ عبرت پکڑنے والوں کے لئے اللہ کی یہ وعید لرزا دینے والی ہے کہ

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥	"اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے غضب کو بھڑکانے والی بات ہے کہ تم کہو وہ جو کرتے نہیں۔"

آخر میں اپنا یہ اندیشہ بھی ظاہر کر ہی دیں کہ وزیر اعظم بھی شریعت بل کو اسی طرح شریعتِ محمدیؐ کے مطابق بنانے کا ارادہ رکھتے نظر آتے ہیں جیسے ان کے پیش رو اور پشت پناہ جنابِ صدر بحیثیت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بتدریج نفاذِ اسلام کر چکے ہیں۔ ہماری آبادی کا مغرب زدہ اباحیت پسند اور ملحد و بے دین طبقہ نجانے کیا کیا کھیل ابھی دکھائے گا۔ خوئے بدرا بہانۂ بسیار۔ اور صد حیف کہ ہمارے متقی اور پرہیز گار صدرِ مملکت اور سیدھے سادے مسلمان وزیر اعظم چار و ناچار ان کے ہاتھوں میں کھیلنے پر آمادہ ہیں۔

اعتذار

کاتب حضرات کی انتخابی فہرستوں کی کتابت میں شدید معروفیت کی وجہ سے میثاق کی اشاعت میں تاخیر بھی ہوئی اور ادارے کو کمپیوٹر کے ذریعے کتابت کرانے کے کٹھن تجربے سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ اس تاخیر اور مختلف انداز کی کتابت سے قارئین کو جو زحمت ہوگی ادارہ اُس کے لئے پیشگی معذرت خواہ ہے۔

ماہِ رمضان المبارک میں آپ کے احباب کے لیے :

بہترین تحفہ

ڈاکٹر اسرار احمد کی مقبولِ عام تالیف

مسلمانوں پر قرآنِ مجید کے حقوق

خود پڑھیے اور دوستوں اور عزیزوں کو تحفتہً پیش کیجیے۔

نوٹ

اِس کتابچے کا انگریزی، عربی، فارسی اور اب سندھی زبان میں بھی ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کے حقوق اشاعت نہ ڈاکٹر صاحب کے حق میں محفوظ ہیں نہ انجمن کے!

شائع کردہ

مرکزی انجمن خُدّام القرآن —— لاہور

"خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود"

مقبول الرحیم مفتی

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ، اس عالمِ رنگ و بو میں وارد ہونے والے ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے ۔ البتہ موت کی نوعیتیں مختلف ہوتی ہیں ۔ ۲۳ر مارچ کو قلعہ لچھمن سنگھ میں گلشنِ اہلحدیث کے گلِ سر سبد علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک دینی جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے بم کے دھماکے سے شدید زخمی ہوئے اور ۳۰ مارچ کو سرزمین حجاز میں انہوں نے جان جانِ آفریں کے سپرد کی ۔ علامہ مرحوم کے علاوہ چھ علمائے کرام اور متعدد حاضرینِ جلسہ نے اس تخریب کاری کے نتیجے میں دین کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ۔ بہت سے زخمی ابھی ہسپتالوں میں زیر علاج ہیں مرنے والوں اور زخمی ہونے والوں کے حصے میں جو سعادتیں آئیں وہ اپنی جگہ لیکن قومی اور انفرادی سطح پر اس سانحے نے جو مسائل پیدا کیے ہیں اُن کا فرض اجتماعی، انفرادی حکومتی اور غیر حکومتی ہر سطح پر ہمارے ذمے واجب الادا ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے ۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر کی رحلت پر امیر تنظیم اسلامی کا درج ذیل بیان ۲۱ مارچ کو روزنامہ جنگ لاہور میں صفحہ اوّل پر شائع ہوا ۔

اس طرح کی موت بلاشبہ اعزاز ہے ۔ ڈاکٹر اسرار احمد

لاہور (پ ر) امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک جید عالم دین اور بیدار مغز سیاست دان تھے ۔ تخریب کاری اور دہشت گردی کے نتیجہ میں ان کی مظلومانہ موت انتہائی اندوہناک سانحہ ہے انہوں نے جس طرح اپنی ساری زندگی خدمت دین کیلئے وقف کئے رکھی اور جس طرح تبلیغ دین کے دوران ہی وہ شدید زخمی ہوئے اس کے نتیجہ میں ہم توقع رکھتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ انہیں شہادت کے مرتبہ عظمیٰ سے سرفراز فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اگرچہ اس طرح کی موت علامہ احسان الٰہی ظہیر اور ان کے ساتھ شہید ہونے والے دیگر علمائے کرام کیلئے تو بلاشبہ ایک اعزاز ہے لیکن تشدد اور دہشت گردی کا یہ رجحان ملک کے امن و سکون کیلئے انتہائی خطرناک ہے اگر حکومت نے جلد از جلد مجرموں کو کیفر کردار تک نہ پہنچایا تو عوامی سطح پر اس کا شدید ردعمل بھی رونما ہو سکتا ہے انہوں نے علامہ کے پسماندگان اور اہل حدیث مکتبہ فکر سے تعزیت اور ہمدردی کا اظہار بھی کیا ۔

یکم اپریل کو جناح ہال لاہور میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام سالانہ محاضراتِ قرآنی کی پہلی نشست میں افتتاحی خطاب کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی اور انجمن کے صدر مؤسس ڈاکٹر اسرار احمد نے علامہ مرحوم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس سانحہ کے حوالے سے کہا کہ اس سال ہمارے محاضرات غم و اندوہ اور صدمے کی ایک کیفیت میں شروع ہو رہے ہیں جس نے لاہور کو بالخصوص اور پورے ملک کو بالعموم اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ہمارے ملک میں تخریب کاری کا سلسلہ کافی عرصے سے چل رہا ہے۔ پہلے صوبہ سرحد اور کسی حد تک بلوچستان اس کی زد میں تھے۔ لیکن گزشتہ سال کے اواخر میں کراچی میں بڑی شدت سے تخریب کاری کا آغاز ہوا۔ اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ۲۳ مارچ کو جمعیت اہلحدیث کے جلسہ عام میں جو حادثہ رونما ہوا ہے اس کے ساتھ ملک کا سب سے بڑا صوبہ پنجاب بھی تخریب کاری کی زد میں آگیا ہے۔ دیگر سیاسی، قومی اور بین الاقوامی اسباب کے ساتھ ساتھ تخریب کاری اور دہشت گردی کے دائرہ کار میں وسعت آنے کا ایک اہم اور بڑا سبب یہ ہے کہ حکومت نے اپنی اندرونی یا بیرونی مصلحتوں کی وجہ سے آج تک کسی مجرم کو عبرتناک سزا نہیں دی۔ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان مرحوم کے قتل سے لے کر اب تک سیاسی قتل کی کسی واردات کی تحقیقات کا نتیجہ عوام کے سامنے نہیں آیا۔ کوئی بہت ہی مضبوط با اثر اور خفیہ ہاتھ ان چیزوں کو دبا دیتا ہے۔

اسلام نے سورہ مائدہ میں معاشرے کے امن و سکون کو برباد کرنے والوں کے لئے نہایت عبرتناک سزائیں تجویز کی ہیں۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ	اُن لوگوں کی سزا، جو اللہ اور اُس
يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ	کے رسولؐ سے بغاوت کرتے ہیں
وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ	اور ملک میں فساد برپا کرنے میں
فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ	سرگرم ہیں، بس یہ ہے کہ عبرتناک
يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ	طور پر قتل کئے جائیں یا
وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ	سولی پہ لٹکائے جائیں یا اُن کے

اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ (سورۂ مائدہ آیت - ۳۳) ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا ملک سے باہر نکال دیئے جائیں -

لیکن ہمارا موجودہ نظام انصاف جو انگریزی استعمار کا ورثہ ہے عبرت انگیزی کے تمام پہلو ختم کر دیتا ہے - عموماً سزائے موت کے مجرم طویل عرصے تک جیلوں میں پھانسی کا انتظار کرتے کرتے متقی اور پرہیزگار بن جاتے ہیں اور اُن کو دیکھ کر دل میں اُن کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں - مجرموں کے خلاف غم و غصے اور انتقام کے جذبات تو اُسی وقت ہوتے ہیں جب اُن سے جرم سرزد ہوتا ہے اور سزا میں عبرت کا پہلو بھی تب ہی پیدا ہوتا ہے جب اُنہیں فوری طور پر سزا دی جاتے اور برسرِعام دی جاتے -

علامہ مرحوم کی شخصیت پر فارسی کا یہ مصرع خوب راست آتا ہے کہ ؎

خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

مرحوم بڑی تیزی سے آسمانِ خطابت و تصنیف پر مہرِ عالمتاب کی طرح طلوع ہوتے اور درخشاں ہوئے لیکن افسوس کہ اُن کی شعلہ صفت اور سیماب وش شخصیت کو موت کے بے رحم ہاتھوں نے عین عالمِ شباب میں ہم سے چھین لیا - بقول حالی ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

اُن کی ذات انگریزی زبان کی اصطلاح "انرجی پیک" کا بھرپور مظہر تھی - ذہنی اور جسمانی دونوں اعتبار سے وہ قوتوں اور صلاحیتوں کا عجیب مرقع تھے اگر ایک طرف وہ شعلہ بیان خطیب تھے تو دوسرے طرف اعلیٰ پائے کے مصنف بھی تھے اردو اور عربی میں انہوں نے یکساں طور پر خطابت اور تحریر کے جوہر دکھائے اور اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کیا - اللہ تعالےٰ نے اُنہیں جس نوعیت کی موت عطا کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے شہادت کی موت سے تعبیر فرمایا ہے - مسلک کے اختلاف کے باوجود کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس جلسے سے وہ خطاب کر رہے تھے مقصد کے اعتبار سے وہ دینی نہیں تھا - فوجی اصطلاح میں "DIED IN UNIFORM" کی کیفیت فی الواقعہ علامہ احسان الٰہی ظہیر اور اس جلسے کے دیگر مرحومین

پر صادق آتی ہے ۔

ہسپتال میں جب میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تو ان کی کیفیت کو دیکھ کر اپنے آنسو ضبط نہ کر سکا کہ کہاں ایک متحرک شخصیت کہ جس کے روئیں روئیں میں حرکت اور کہاں یہ حالت ۔ اُس حال میں بھی اُنکی زبان پر ایک ہی جملہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب دُعا فرمائیں یا پھر کچھ تسبیحات اُن کی زبان پر جاری تھیں ۔ بہرحال حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مومن کا معاملہ عجیب ہے کہ جب اُسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اُس کی خطاؤں کا کفارہ بن جاتی ہے اور جب اسے راحت پہنچتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے ۔ اور اللہ سے اجر پاتا ہے ۔ مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اس حادثے کو ہماری قومی کوتاہیوں کے کفارے اور قربانی کی صورت میں قبول فرمالے اور اس شر میں سے خیر برآمد فرمائے ۔

اس خطاب کے بعد امیر تنظیم اسلامی نے انجمن خدام القرآن کے ناظم مکتبہ و نشر و اشاعت اور ماہنامہ 'میثاق' اور 'حکمت قرآن' کے مینجنگ ایڈیٹر جناب اقتدار احمد کو دعوت دی کہ وہ قرار دادِ تعزیت پیش کریں ۔

اقتدار احمد صاحب نے قرار داد تعزیت پیش کرنے سے پہلے ابتدائی کلمات میں اس بات پہ نہایت کرب اور رنج کا اظہار کیا کہ ہمارے ملک میں انتظامیہ اور پولیس کو مظلوموں کی داد رسی پر آمادہ کرنے کے لئے اب مظاہرہ توڑ پھوڑ اور ہنگامہ بہت ضروری ہو گیا ہے ۔ یہ ایک انتہائی خطرناک رجحان ہے ۔ ملک و ملت کی بہبود اور حکومت کے ذمہ دار حضرات کو اس بارے میں سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے کہ توڑ پھوڑ اور ہنگامہ آرائی کا ہر سلسلہ انتظامیہ اور پولیس کی نا اہلی اور نا فرض شناسی کی وجہ سے کیونکہ شروع ہوتا ہے ۔ اگر یہ روش اسی طرح قائم رہی تو یقیناً کسی بڑے قومی نقصان کا پیش خیمہ ثابت ہو گیا ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے ہماری پولیس محض صاحبانِ اقتدار کے کروفر کے اظہار کے لئے رہ گئی ہے اور سچی بات تو یہی ہے اسے چادر اور چار دیواری کے تحفظ کے لئے تو وقت ہی نہیں ملتا ۔ ان کلمات کے ساتھ انہوں نے درج ذیل قرار داد پیش کی جسے حاضرین نے بالاتفاق منظور کیا ۔

"مرکزی انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام اہالیان لاہور کا یہ اجتماع تخریب کاری کے نتیجے میں علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی اور دیگر قیمتی جانوں کے ضیاع پر انتہائی غم وغصے کا اظہار کرتا ہے۔ اس المناک سانحے میں دین کی خاطر جانیں نچھاور کرنے والے ملت اسلامیہ کی قیمتی متاع تھے۔ جس طرح انہوں نے اپنی زندگیاں اللہ کے دین کے لئے وقف کر رکھی تھیں اسی طرح اللہ نے انہیں دین کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کا موقع بھی عطا فرمایا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی انہیں شہادت کے بلند مرتبے پر سرفراز فرمائے اور جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے۔

یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ دہشت گردی کے اس المناک اور ظالمانہ اقدام کے اصل مجرموں کو جلد از جلد گرفتار کر کے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شریعت اسلامی کے مطابق عبرتناک سزائیں دی جائیں تاکہ تخریب کاری کا یہ سلسلہ رک سکے اور ناخوشگوار عوامی ردعمل کے نتیجے میں ملک کے سیاسی ماحول کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ بھی نہ رہے۔ اگر انتظامیہ اور پولیس نے حسب معمول تساہل اور تاخیر سے کام لیا یا مجرموں کو ملک میں موجود اس سامراجی نظام انصاف کے حوالے کر دیا گیا جو عبرت انگیزی کے تمام پہلوؤں کو ختم کر دیتا ہے، تو اس کے انتہائی سنگین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

دینی حلقوں میں اس سے پہلے مولانا اسلم قریشی کے اغوا اور لاہور میں ہی دو علمائے کرام کے قتل کی تحقیقات کے سلسلے میں پولیس کی مکمل ناکامی کے حوالے سے پہلے ہی کافی بے چینی پائی جاتی ہے۔

یہ اجتماع علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی اور دیگر حضرات کے پس ماندگان سے دلی تعزیت اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اس سانحے میں زخمی ہونے والوں کی جلد اور مکمل صحت یابی کے لئے دعا گو ہے۔"

ہر محفل کا میزبانِ خصوصی
رُوح افزا
"ترتیب کی نوعیت پر منحصر نہیں۔ کوئی موقع ہو کیسی ہی محفل ہو'
ضیافت اور مہمان نوازی کے لیے رُوح افزا پیش پیش۔
فرحت، تازگی اور توانائی کے لیے بے مثال
رنگ، خوشبو، ذائقے، تاثیر اور معیار میں لازوال۔
ہر محفل کا میزبان خصوصی
رُوح پاکستان۔ رُوح افزا
راحت جان۔ رُوح افزا
ہمدرد
ہم خدمت خلق کرتے ہیں
خدمتِ خلق رُوحِ اخلاق ہے
ADARTS
HMD-6/87

ماہِ صیام

تزکیۂ نفس کا موسمِ بہار

تحریر: مولانا سعید الرحمٰن علوی

اللہ تعالےٰ نے جو احکام و فرائض اور اعمال اصلاحِ باطن، تزکیۂ نفس اور حصولِ تقویٰ کے لئے سابقہ اُمتوں کی طرح اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو عطا کئے اُن میں رمضان المبارک کے روزوں اور اس ماہ کے دوسرے مخصوص اعمال کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالےٰ نے خود قرآن میں صیامِ رمضان کا مقصد متعیّن کر دیا ہے۔ یعنی لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ تاکہ تم متقی ہو جاؤ (البقرہ - ۸۳)

رمضان کے روزوں کی فرضیت اور اس مہینے کی عظمت کا سبب بھی اللہ جل شانہ، نے اپنی آخری کتاب میں بالصراحت بیان فرما دیا تاکہ اُس کے بندوں کو اس مقدس مہینے برکتوں سے فیض یاب ہونے کا صحیح طریقہ بھی معلوم ہو جائے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ۚ

(سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھلانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہٰذا اب جو شخص اس مہینے کو پائے، اُس کو لازم ہے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔

رمضان اور قرآن کے اس خصوصی تعلق نے ہی رمضان کے مہینے کو یہ عظمت اور فضیلت

عطا کی ہے اور درحقیقت قرآن جیسی عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے اور اس کا فہم اور اس میں بصیرت حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لئے اس مہینے کو خاص فرمادیا ہے ۔ اب شکر گزاری اور بندگی کا تقاضا ہے کہ ہم اس مہینے کو پوری لگن اور محنت کے ساتھ قرآن کے پیغام کو اپنی روح کی گہرائیوں میں اتارنے کے لئے استعمال کریں ۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کو ارکانِ اسلام میں شامل کیا ہے اور روزے کی اللہ تعالےٰ کے ہاں جو قدر و قیمت ہے اُس کا اندازہ درج ذیل نکات سے ممکن ہے جو مستند احادیث سے اخذ کئے گئے ہیں ۔

- روزہ خاص اللہ تعالےٰ کے لئے ہے اُس کا بدلہ وہ خود خاص انداز سے مرحمت فرمائیں گے ۔
- روزہ ڈھال اور سپر ہے ۔
- روزہ دار کی منہ کی بُو اللہ تعالےٰ کو مشک سے زیادہ محبوب و پسند ہے ۔
- روزدار کو دو خاص خوشیاں میّسر آتی ہیں ایک افطار کے وقت دوسری قیامت کے دن جب وہ اپنے رب سے ملے گا اور اپنے روزہ کا بدلہ دیکھے گا ۔
- روزہ دار کو جنّت کے ایک خاص دروازے "باب الریان" سے بلایا جائے گا ۔
- رمضان میں اجر اور ایمان کی خاطر روزہ رکھنے والے کے جملہ گناہ (اگلے) بخش دیئے جاتے ہیں ۔
- رمضان کی پہلی ہی رات میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۔ دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے ۔

(بخاری مسلم)

ان فضائل و برکات کے باُمست یہ بھی نبوّت کا ہی ارشاد ہے کہ

- جس شخص نے جھوٹ بولنا اور جھوٹی بات پر عمل کرنا نہ چھوڑا ، تو اس کے کھانا پانی چھوڑنے کی اللہ تعالےٰ کو کوئی حاجت نہیں ۔ (بخاری)
- بہت سے روزہ داروں کو روزے سے محض بھوک پیاس میسر آتی ہے اور بہت سے

شب بیداروں کو شب بیداری سے محض رات کا آنکھوں میں کاٹنا ہی ملتا ہے۔ یعنی کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔

توسوال یہ ہے کہ ایسا کیوں؟

ایک شخص دن بھر بھوکا پیاسا رہتا ہے، رات کو گھنٹہ دو گھنٹہ سے زائد سوتا نہیں، تراویح، سحری، تہجد سبھی کا اہتمام کرتا ہے تو پھر ایسا کیوں ہوتا ہے کہ اس عذابِ الٰہی کی وعید ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ جملہ اعمال کی روح "تقویٰ" ہے اور روزہ کی اہمیت کے پیش نظر اسکی روح کا معاملہ بھی ایسا ہی اہم ہے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے بقول روزہ کی متعدد حکمتوں میں سے ایک حکمت حصول تقویٰ ہے۔

(بیان القرآن ص۱۳۲ مختصر)

تقویٰ ہے کیا؟ جس کو روزہ سمیت ہر عمل کی روح بتلایا گیا؟

اس سلسلہ میں ذرا "قرطبی" پر نظر ڈالیں۔

"تقویٰ" اصل میں "قلت کلام" کو کہتے ہیں (ابن فارس)، اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی بطور استشہاد نقل کی جاتی ہے — بہرحال مفہوم ہے کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو اچھے اعمال کے ذریعہ بچاتا ہے وہ متقی ہے — حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول اچھا شخص وہی ہے جو توبہ کرنے والا اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہو ...... حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ متقی وہ شخص ہے جو جب بولے تو اللہ تعالیٰ کے لئے اور جو کام کرے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے۔

ابو سلیمان الدارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، متقی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں سے اللہ تعالیٰ نے شہوات کی محبت نکال دی اور یہ بھی قوی ہے کہ شرک اور نفاق سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔

(القرطبی ج ۱ ص ۱۶۱)

خوب بات وہ ہے جو حضرت ابی کعب بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے — وہی

ابی بن کعب، جنہیں رسول اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سب سے بڑا قاری ارشاد فرمایا اور قرآن کے شائقین کو ان کی طرف رجوع کرنے کی تلقین فرمائی ۔

وہ ابی بن کعب مجیب ہیں اور سائل ہیں خلیفہ راشد، سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ —— جناب عمر نے پوچھا تو جناب ابی بن کعب نے جواب دیا۔

اے فاروق! آپ کو کبھی ایسے راستہ پہ چلنے کا اتفاق ہوا جو کانٹوں بھرا راستہ ہو؟

جناب فاروق نے فرمایا کیوں نہیں!

حضرت ابی بن کعب نے پوچھا! ایسے موقعہ پہ آپ کیا کرتے ہیں؟

حضرت عمر نے کہا کہ میں دامن سمیٹنا اور احتیاط برتتا ہوں

حضرت ابی بن کعب نے فرمایا —— یہی تقویٰ ہے ۔

(القرطبی ا ص ۱۶۱ - ۱۶۲)

گویا فارسی کا جو مشہور شعر ہے ۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ ۔ بازمی گوئی دامن تر مکن ہوشیار باش

کہ کسی شخص کو ہاتھ پاؤں باندھ کر بیچ دریا پھینک کر اس سے تقاضا کرنا کہ ذرا اپنے دامن کو تر ہونے سے بچانا —— اسی کا نام تقویٰ ہے کہ شر و فساد اور لہو ولعب سے رنگینی اس دنیا میں اس طرح سلامتی کے ساتھ گذر جانا کہ دامن انسانی، گناہ وعصیاں سے محفوظ ہو —— یہی تقویٰ ہے، یہی پرہیزگاری اور یہی اصلاح باطن وتزکیہ کی بنیاد!

قرطبی فیصلہ کن انداز میں فرماتے ہیں ۔

کہ جملہ خیر و بھلائی کے کاموں، خصائل اور فضائل کو اپنے اندر جمع کر لینے کا نام تقویٰ ہے (ص ۱۶۲)

تو گویا روزہ کے ذریعہ اللہ تعالےٰ اپنی انسانی مخلوق کو ایسا بنانا چاہتے ہیں کہ ان کے قلب ونظر کی ایسی کیفیت ہو جائے کہ

دامن نچوڑ دے تو فرشتے وضو کریں ۔

قرطبی روزہ سے متعلقہ آیت میں "لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" پر گفتگو فرماتے

ہوئے کہتے ہیں کہ

اس سے انسانی شہوات کا خمار اتر کر رہ جاتا ہے۔ کیوں کہ انسان کم کھاتا ہے اس لئے شہوات کا سلسلہ کمزور ہو جاتا ہے اور شہوات کمزور ہو جائیں تو معاصی اور گناہوں کی قلت و کمی ہو جاتی ہے ــــ یہ گویا مجازی طور پر معنی کیا گیا ہے ــــ اصل یہ ہے کہ رسول محترم نے روزہ کو ڈھال اور بچاؤ کا ذریعہ بتلایا ہے، اور یہی چیز سبب تقدس ہے کہ روزہ شہوات کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔

(ج ۲ ص ۲۷۶ - ۲۷۵)

دُنیا کے گوشت پوست کے انسان کتنے ہیں؟ اس کی کمی نہیں، لیکن حقیقی انسان کتنے ہیں؟ یہ سوال بڑا اہم ہے ــــ وہ خوش قسمت افراد جو "اخلاق الٰہی" کا پرتو ہوں اور جنہیں "عباد الرحمن" ہونے کا شرف حاصل ہو، ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاتی تھی اور یہی انگلیوں پر گنے جانے والے افراد اصل سرمایہ ہیں، کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت ایسے رجال کار کی تیاری کے لئے ہوتی ہے جن کے دل ایسے ہو کہ وہاں تجلیات کا نزول ہو۔

دل کی دنیا سنوارنے اور بدلنے کی غرض سے جو اعمال انتہائی موثر ہیں، ان میں روزہ سر فہرست ہے۔

حضرت الامام الشاہ ولی اللہ الدھلوی کی معرکۃ الاراء کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" کے متعلقہ حصہ کی تلخیص ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ معاملہ زیادہ نکھر کر سامنے آجائے۔

انسان کے اندر بہیمیت اور ملکیت کے عناصر موجود ہیں بہیمیت غالب آجائے تو ملکیت کا راستہ رک جاتا ہے اس لئے اس قوت کو مقہور و مغلوب کرنے کی بے حد ضرورت تھی ــ اس قوت بہیمیت کا غلبہ خوراک کے سبب ہوتا ہے۔ اس لئے اس قوت کو توڑنے کے لئے متعلقہ اسباب کو کم کرنا از بس ضروری ہے اور یہ کام دُنیا کے ہر مہذب معاشرے اور سوسائٹی میں ہوتا ہے۔

کھانا پینا جو بہیمیت کے اضافہ کا مؤثر سبب ہے اس کے علاج کے دو معروف طریق ہیں - مقدار کو کم کرنا اور عام متاد اوقات میں وقفہ زیادہ کرنا -
شرائع الہیہ نے دوسرے طریق کو اس لئے اختیار کیا کہ یہ گراں بار بھی نہیں اور نفس کی اصلاح کے لئے مفید بھی اس مفید عمل کو شریعت الہی نے اجتماعی رنگ دیکر سبھی افراد کے لئے ایک ضابطہ اور قانون مقرر کر دیا - کیونکہ مسلمان جب کسی عمل پر ایک وقت اور ایک زمانہ میں اجتماعی طور پر عمل کرتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے لئے آسانی اور سہولت پیدا ہو جاتی ہے - ایک دوسرے کو دیکھ کر عمل میں قوت حاصل ہوتی ہے اور اجتماعی عمل سے اتفاق و یک جہتی پیدا ہوتی ہے نیز اس سبب سے انوار الہی کا نزول ہوتا ہے -

ایسے بھی ممکن تھا کہ نفس روزوں کا حکم دے کر اللہ تعالے ہر کسی کو ایام کے تعین میں آزاد چھوڑ دیتا لیکن اس سے اجتماعی فوائد فنا ہو جاتے اس لئے ایک خاص مہینہ متعین کر دیا گیا اور اس کے لئے نزول قرآن والے مہینے سے بڑھ کر کوئی مہینہ نہ تھا - (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۳۴ تا ۱۲۷ تلخیص)

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ روزے کے درجات میں ایک درجہ تو وہ ہے جو ہر کس کے لئے یکساں ہے اس کو ترک کرنا گویا اصل مشروع امر کو ترک کرتا ہے ایک درجہ وہ ہے جیسے محسنین اور نیکوکاروں کا درجہ تو وہ چاہیئے، پہلا درجہ تو یہ ہے کہ نفس روزہ رکھے دوسرا درجہ جو اصل درجہ ہے یہ ہے کہ نہ صرف انسان کھانے پینے اور تعلقات زن شوق سے احتراز کرے بلکہ جملہ اعضاء و جوارح کو ہر قسم کے منکرات سے بچائے -
روزہ کی تکمیل کیسے ممکن ہے ؟ اس سلسلہ میں حضرت الامام الشاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں کہ
روزے کی تکمیل دو چیزوں سے ہوتی ہے ایک تو یہ کہ شہوانی، سبعی اور شیطانی افعال و اقوال سے روزہ دار نہ تو بے ہودہ بات کرے نہ شور و غل مچائے - اگر کوئی اسکو گال دے یا اس سے لڑائی جھگڑا کرے تو کہدے کہ میاں مجھے معاف کرو میرا

روزہ ہے۔

یا حدیث میں ہے۔

جو شخص جھوٹ بولنا ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ خواہ مخواہ بھوکا پیاسا رہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۵۱ — ۱۵۰)

اور سچ پوچھیں تو دوسری بات بڑی اہم ہے اور پہلی سے کہیں بڑھ کر — کیونکہ اس کے تقاضوں کو پورا کرنا بے حد مشکل ہے اور اس مرحلہ کو خیر سے سر کرنا ہی اصل نیکی اور کمال ہے۔

انسانی فطرت کی کمزوریوں میں یہ بڑی کمزوری ہے کہ وہ گناہ سے لذت سے ایک خاص حظ محسوس کرتا ہے — عملی لڑائی جھگڑے کی نوبت تو کہیں آتی ہے لیکن حسد، چغلی، غیبت اور ایسے افعال شنیعہ اور اخلاق رذیلہ کے ذریعہ انسان اپنی نامرادی کا سامان برابر کرتا رہتا ہے۔

اسلام اس رُخ پر لے جانا چاہتا ہے کہ انسان حسن اخلاق کا پیکر بن جائے اور ہر دیکھنے والا واقعی اسے خلیفۃ اللہ سمجھنے لگے۔

یہ اسی طرح ممکن ہے کہ انسان رذائل سے اپنے آپ کو بچائے — قرآن عزیز نے اخلاقی ابواب کو بڑی صراحت سے ذکر کیا ہے اور اخلاقی ابواب ایسے ہیں کہ ان کو سمجھے اور برتے بغیر انسان عظمت کا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "روزہ دار بے ہودہ بات نہ کرے" اس "جامع الکلم" پر غور فرمائیں تو انسان کے وہ جملہ گناہ اور اخلاقی نقائص جن کا تعلق زبان سے ہے، اس میں آجاتے ہیں — یاد ہوگا کہ اسلام اور مسلم کی تعریف سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی کہ:

مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ایک حدیث میں زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دینے والے کو جنت کی ضمانت دی — اور کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ

بولو تو اچھی بات کہو ورنہ چپ رہو

گویا "زبان" کی اپنی جگہ بڑی اہمیت ہے — دوست اور دشمن بنانے میں زبان

ہی کلیدی کردار ادا کرتی ہے ۔ اللہ تعالےٰ کے نبی بے ہودگی سے روک رہے ہیں اور بچنے کا فرما رہے ہیں تو گویا آپ نے زبان کے ہر گناہ کی جڑ کاٹ دی ۔ زبانی بے ہودگی میں گالی ، غیبت ، چغلی ، شور و ہنگامہ سبھی شامل ہیں اور یہی گناہ کلیدی گناہ ہیں ۔ گالی سے معاملہ اتنا بڑھتا ہے کہ آدمی اپنے والدین حتیٰ کہ دین و دھرم کے لئے وبال جان بن جاتا ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ آدمی دوسرے کے والدین کو گالی دیتا ہے تو اگلا پلٹ کر اس کے والدین کو گالی دیتا ہے ۔ اس طرح یہ شخص خود ہی اپنے والدین کی گالی کا سبب بنا ۔ غیبت کرتا ہے تو انسانی برادری کا گوشت نوچتا ہے اور وہ بھی اس طرح جیسے مردہ کا گوشت نوچا جاتا ہے ، اس میں بےاعتدالی مزید بڑھتی ہے تو تہمت و الزام ہر بات آجاتی ہے ۔ پھر بہتان کی شکل میں مزید وبال جان بن جاتی ہے ۔

وعلیٰ ہذا القیاس زبان کی ہر حرکت دس مزید حرکات اور مسلسل بگاڑ کا سبب بنتی ہے ۔ اللہ تعالےٰ روزہ کے ذریعہ ایک تربیت کا رُخ متعین فرمانا چاہتے ہیں تاکہ انسان حلال اشیا کھانے پینے اور اپنی اہلیہ سے ہی احتراز کرنا نہ سیکھے بلکہ حرام کی ہر شکل سے اپنی حفاظت کرے ۔ حرام چاہے اکل و شرب کے لحاظ سے ہو چاہے اخلاق و کردار کے اعتبار سے ۔ برا اور بہت ہی بُرا ہے اور حرام میں مبتلا شخص کی تو دُعا تک قبول نہیں ہوتی بلکہ وہ مسلسل نامرادیوں کا شکار رہتا ہے اور بالآخر بربادی کے گہرے کنوئیں میں دھڑام سے گر کر رہ جاتا ہے ۔

اس لئے لازم ہے کہ جب بخت و اتفاق سے زندگی اور حیاتِ مستعار میں ایک بار پھر یہ گھڑیاں میسر آرہی ہیں تو انسان اپنے دن اور رات کو بڑی احتیاط سے گذارے اور اس قدر مجاہدہ اور جدوجہد کرے کہ ہلال عید نظر آتے ہی حضرت حق کی بخشش اس کا مقدر بن جائے ۔ حدیث میں ہے کہ عید الفطر کو جانے والوں پر رحمت حق اس طرح برستی ہے کہ فرشتوں سے ارشاد ہوتا ہے مجھے اپنی عزت وکبریائی کی قسم ان مزدوروں کو خوب دونگا اور مغفرت سے انہیں سرفراز کروں گا ۔

اس پروانۂ مغفرت کے حصول کے لئے زندگی کی ان ساعتوں کا پورا اہتمام اور ذاتی اصلاح کی فکر از بس لازم ہے ۔ اللہ توفیق عمل سے نوازے

❋❋❋

پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر شدہ ڈاکٹر اسرار احمد کے دروسِ قرآن کا سلسلہ

الھدیٰ

درس نمبر ۱۱

نشست نمبر ۱۴

مباحثِ عمل صالح

بندۂ مومن کی شخصیت کے خدوخال

(سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کی روشنی میں)

(۵)

السلام علیکم - نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا ۝ وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا ۝ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ (صدق اللّٰہ العظیم)

(سورۃ الفرقان آیت ۷۲ تا ۷۶)

"اور وہ لوگ جو جھوٹ میں شرکت گوارہ نہیں کرتے اور اگر اتفاقاً کسی لغو کام پر ان کا گزر ہو جائے تو وہ وہاں سے اپنا دامن بچاتے ہوئے گزر جاتے ہیں - اور وہ جنہیں جب اپنے رب کی آیات کے ذریعے سے تذکیر اور نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس پر اندھے اور بہرے ہو کر گر نہیں پڑتے -

اور وہ جو کہتے ہیں۔ اے ہمارے ربّ! ہمیں عطا فرما ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک، اور ہمیں متقی لوگوں کا امام بنا۔ یہ ہیں وہ لوگ کہ جنہیں بدلے میں دیئے جائیں گے بالا خانے بسبب ان کے صبر کے اور ان کا استقبال ہوگا ان میں دعا اور سلام کے ساتھ۔ رہیں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیش۔ بہت ہی اچھی ہے وہ جگہ مستقل جائے قرار ہونے کے اعتبار سے بھی، اور تھوڑی دیر قیام کے لئے بھی۔"

محترم حاضرین اور معزز ناظرین۔

سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کی جن آیات کی ابھی آپ نے تلاوت سماعت فرمائی اور ان کا ترجمہ بھی سنا، ان میں پھر وہی مضمون آیا ہے جو اس سے پہلے اس رکوع کی تیسری آیت سے لے کر آٹھویں آیت تک آیا تھا۔ یعنی اللہ کے محبوب بندوں کے اوصاف۔ وہ اوصاف جو اللہ کو بہت پسند ہیں۔ یاد ہوگا کہ اس رکوع کی تیسری سے آٹھویں آیت تک چھ اوصاف کا ذکر ہو چکا ہے۔ جن میں سے پہلا وصف ہے تواضع۔ وہ لوگ جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں۔ ان کی چال سے عجز و انکسار اور تواضع کا اظہار ہوتا ہے۔ نمبر دو: خواہ مخواہ کی بحث و تمحیص سے دامن بچانا۔ اللہ کے ان محبوب بندوں سے جب مشتعل مزاج لوگ خواہ مخواہ حجت بازی پر اتر آتے ہیں تو وہ سلام کہہ کر جدا ہو جاتے ہیں۔ نمبر تین: شب کی عبادت اللہ کے محبوب بندے اپنی راتیں اللہ کے حضور میں سجدے اور قیام میں گزارتے ہیں (وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا)، نمبر چار: جہنم سے پناہ مانگتے رہنا۔ کہ اے ربّ ہمارے عذاب جہنم سے ہمیں بچا لے۔ نمبر پانچ میانہ روی۔ بالخصوص خرچ کے معاملہ میں: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ نمبر چھ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہنا۔ جس کا ذکر سورۂ شوریٰ میں بایں الفاظ مبارکہ آتا ہے: وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ۔ وہ لوگ جو بڑے سے بڑے گناہوں اور فحش کاموں سے بالفعل مجتنب رہتے ہیں۔ اور ہم کئی مرتبہ دیکھ چکے ہیں کہ از روئے قرآن مجید کبائر میں سب سے زیادہ اور چوٹی کے گناہ تین ہیں۔ شرک، قتل ناحق اور زنا۔

ان چھ اوصاف کے ذکر کے بعد درمیان میں ایک ضمنی بحث توبہ کی عظمت، توبہ کی حقیقت، توبہ کی اہمیت اور توبہ کی شرائط کے بارے میں آگئی تھی۔ جس میں پچھلی نشست میں تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔ اب مضمون لوٹ رہا ہے اُسی سلسلہ گفتگو کی طرف یعنی عباد الرحمٰن کے اوصاف کیا کیا ہوتے ہیں۔ جو آیات ابھی آپ نے سماعت فرمائی ہیں ان میں پھر چھ اوصاف آئے ہیں۔

یہاں پہلا وصف بیان ہوا: وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ۔ زُوْر کہتے ہیں جھوٹ کو۔ اور شَهِدَ يَشْهَدُ کہتے ہیں موجود ہونے کو۔ تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ جھوٹ پر اپنی موجودگی بھی گوارا نہیں کرتے۔ کہیں جھوٹ کا معاملہ ہو رہا ہے، کہیں جھوٹ کی بنیاد پر لین دین ہو رہا ہے، کہیں کوئی سازش ہو رہی ہے۔ کہیں کچھ جھوٹ گھڑے جا رہے ہیں تو ایسی جگہوں پر انہیں اپنی موجودگی تک گوارا نہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جھوٹی گواہی اس میں از خود آجائے گی۔ جو جھوٹ میں ادنیٰ درجہ کی شرکت اور شمولیت گوارہ نہیں کرتے، وہ جھوٹی گواہی کب دیں گے!!

دوسرا وصف ہے: وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ یعنی وہ لوگ کہ جن کا کسی لغو اور بیکار کام کی طرف قصد کر کے ارادہ کر کے جانا تو سرے سے خارج از بحث ہے ہی، اگر کسی لغو کام پر ان کا اتفاقاً گزر ہو جائے راہ چلتے ہوئے جب دیکھیں کہ کوئی مداری تماشہ دکھا رہا ہے تب بھی یہ لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، بلکہ اپنے دامن کو بچاتے ہوئے وہاں سے گزر جاتے ہیں۔ یہ مضمون اس سے پہلے سورۃ مومنون کی ابتدائی آیات میں آچکا ہے: "وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ o" لیکن یہاں جو فرق ہے اُسے نوٹ کر لیجئے کہ ایک ہے لغو کام کا ارادہ کرنا۔ لیکن یہاں نقشہ یہ کھینچا گیا کہ اس کا سوال ہی نہیں کہ اللہ کے یہ محبوب بندے کسی لغو اور بیکار کام کریں۔ اتفاقاً بھی کسی لغو کام پر گزر ہو جاتے تو وہ باعزت طور پر اپنا دامن بچاتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ اس کا سبب بھی ہم پہلے نوٹ کر چکے ہیں کہ اصل میں مومن کو اپنے وقت کی قدر ہوتی ہے۔ یہ محدود سا وقت اور محدود سی فرصت جو اس دنیا میں حاصل ہے، یہ بڑی قیمتی ہے۔ اس کے نتائج اس دنیا میں نکلیں گے جو لامحدود ہے۔ لہٰذا نتیجہ کے اعتبار سے اس زندگی کا ہر لمحہ اہم ہے۔ اس کا ثمرہ اُس زندگی

میں ملے گا جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے پاس کوئی وقت فالتو نہیں ہے کہ اُسے بیکار کاموں میں صرف کریں۔

تیسرا وصف یہ بیان ہوا کہ جب انہیں ان کے رب کی آیات کے ذریعہ سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اندھے بہرے ہو کر نہیں گر پڑتے: لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۔ اس میں ایک تعریض ہے کفار کی طرف وہ یہ کہ انہیں جب آیاتِ الٰہی سنائی جاتی ہیں تو ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جیسے وہ ان کی مخالفت میں ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ وہ غور ہی نہیں کرتے، سنتے ہی نہیں، تدبّر ہی نہیں کرتے۔ پہلے ہی سے طے کئے بیٹھے ہیں کہ اعتراضات وارد کریں۔ یہ معاملہ ان عباد الرحمٰن کا نہیں ہوتا ہے اس قدر (VALUE) کو اگر ہم مثبت طور پر معین کریں تو وہ کیا ہوگی! وہ یہ کہ آیاتِ قرآنیہ پہ آیاتِ ربّانیہ پر تدبّر ہو، تفکّر ہو، غور کیا جائے۔ انہیں گوشِ حقیقت نیوش سے سنا جائے۔ انسان ان آیاتِ الٰہیہ کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کرے۔

چوتھا وصف انسانی فطرت سے وابستہ ہے۔ جو شخص خود نیک ہوگا اور سیدھے راستہ پر زندگی بسر کر رہا ہوگا، لازماً اس کی تمنّا ہوگی کہ اس کے اہل وعیال بھی اسی کے راستہ پر چلیں۔ وہ بھی تقویٰ اور احسان کی روش اختیار کریں۔ لہٰذا وہ اپنے رب سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ۔

اے ہمارے رب، ہمیں اپنی بیویوں سے اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما"۔ ایک مومن کی آنکھوں کی ٹھنڈک اسی میں ہے کہ اُس کی اولاد بھی ایمان، اسلام، اور تقویٰ واحسان کے راستہ پر گامزن ہو۔ اس کے گھر میں بِرّ و تقویٰ کا ماحول ہو۔ چنانچہ اس معاملے میں ہمارے قریبی زمانہ میں زیادہ دور کی بات نہیں، شاہ ولی اللہ دھلوی رحمتہ اللہ علیہ کی مثال بڑی عظیم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں چار بیٹے عطا فرمائے۔ شاہ عبدالقادر، شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالغنی، شاہ رفیع الدین رحمہم اللہ علیہم۔ اور یہ چاروں نہایت نیک، نہایت پارسا، ان میں سے دو بیٹے وہ ہیں یعنی شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین، جنہوں نے اُردو میں قرآن مجید کے اوّلین ترجمے کئے اور آج تک مستند ترین ترجمے وہی ہیں۔ تیسرے بیٹے نے دہلی میں

درس گاہ قائم کی جو مدرسہ شاہ عبدالعزیز کے نام سے مشہور ہے جس سے برصغیر میں بہت علم پھیلا ۔ چوتھے بیٹے شاہ عبدالغنی ۔ کا نوجوانی ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔ لہٰذا کسی علمی میدان میں ان کی صلاحیتیں زیادہ نمایاں نہیں ہوسکیں ۔ اس کی تلافی اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمادی کہ ان کے بیٹے ہیں شاہ اسمٰعیل شہید رح تو ان کا نام اپنے اس نامور عالم و مجاہد اور شہید بیٹے کی وجہ سے روشن ہوا ۔ تو آپ غور کیجیے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو کتنی آنکھوں کی ٹھنڈک میسر آتی ہوگی اپنی اولاد کو ان کیفیات میں دیکھ کر ـــ

اس کے بعد فرمایا : وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۔ اور وہ یہ دُعا بھی کرتے ہیں کہ " ہمیں متقیوں کا امام بنادے "۔ اگرچہ الفاظ سے یہ مضمون بھی متبادر ہوسکتا ہے کہ یہ دعا کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک لوگوں کا امام بنائے، نیک لوگوں کا پیشوا بنائے، نیک لوگوں کے آگے چلنے والا بنائے ۔ اگرچہ اس کی خواہش رکھنا بھی کوئی بُری بات نہیں ہے، لیکن جس سیاق و سباق میں یہ الفاظ آرہے ہیں، اس ان ان کا مفہوم ہی کچھ دوسرا ہے ۔ درحقیقت ان الفاظ کے ذریعے پہلی ہی بات کی مزید تاکید ہو رہی ہے اس لئے کہ ہر شخص فطری طور پر اپنے اہل و عیال کا امام ہے ۔ قیامت کے روز جب لوگ اٹھیں گے تو ان کے پیچھے ان کی نسلیں چلی آرہی ہوں گی ۔ ان کی اولاد و اخلاف ان کے پیچھے چلے آرہے ہوں گے ۔ تو گویا وہی بات ذرا اسلوب بدل کر کہی گئی ہے کہ ہم جن کے امام ہیں، انہیں اے رب متقی بنادے ۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے پیچھے آنے والے، ہماری آئندہ نسلیں فساق و فجار پر مشتمل ہوں ۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ۔ یعنی تم میں سے ہر ایک کی حیثیت ایک چرواہے کی ہے ۔ جیسے بھیڑ بکریاں چرانے والا ایک چرواہا ہوتا ہے اور چند بھیڑ بکریاں اس کے چارج میں ہوتی ہیں تو شام کو اگر کوئی بھیڑ یا بکری لوٹ کر نہ آئی تو اس سے پوچھا جائے گا، وہ مسئول ہے تو تم میں سے ہر شخص کی حیثیت ایک چرواہے کی ہے ۔ اللہ نے اپنی مخلوق میں سے کچھ افراد تمہارے حوالہ کر دیتے ہیں ۔ وہ تمہاری بیویاں ہیں، تمہاری اولاد ہے، وہ تمہارے زیر کفالت ہیں، وہ تمہارے زیر تربیت

ہیں، یہ تمہارا وہ گلّہ ہے جس کے بارے میں اللہ تم سے پوچھے گا کہ تم نے ان کی صحیح رُخ پر تعلیم و تربیت کا کتنا اہتمام کیا! انہیں اللہ کے نیک اور متقی بندے بنانے کیلئے کتنی محنت کی! یہ ہے مفہوم اس ارشادِ نبویہ کا: کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ۔ چنانچہ ہر بندہ مومن کی یہ دعا ہونی چاہیئے کہ اے اللہ، جو گلّہ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے، جس کی ذمہ داری تو نے مجھے سونپی ہے، اس کی تُو توفیق دے کہ وہ تقویٰ و برّ کی روش اختیار کرے اور ہم کو ایسے متقیوں کا امام بنا: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ط

آگے فرمایا: اُولٰٓئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَۃَ بِمَا صَبَرُوْا ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں جزا کے طور پر جنت میں بالاخانہ ملیں گے بسبب ان کے صبر کے۔ اس آیت میں گویا عباد الرحمٰن کا چھٹا اور نہایت اہم وصف آگیا: بِمَا صَبَرُوْا۔ یعنی یہ درحقیقت بدلہ ہے اس صبر کا جو انہوں نے اللہ کی راہ میں کیا۔ یہ وہ بات ہے جو ہم سورۃ العصر کے ذیل میں بھی پڑھ چکے ہیں اور سورۃ لقمان کے دوسرے رکوع میں بھی کہ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ط ظاہر بات ہے کہ یہ تمام اوصاف انہی لوگو میں پیدا ہو سکتے ہیں، جن میں صبر کا مادّہ ہو تبھی وہ دنیوی لذّات و ترغیبات سے کنارہ کشی کر سکیں گے، ہوائے نفس سے اجتناب کر سکیں گے۔ اور شیطان کے اغوا سے بچ سکیں گے۔ یہ سب کام اُسی وقت ممکن ہوں گے۔ جب ان میں صبر کا مادّہ ہوگا۔ پھر دنیا میں نیکی، راست بازی اور صداقت شعاری کا راستہ اختیار کرنے والوں کو آزمائشوں سے سابقہ پیش آکر رہے گا۔ ان آزمائشوں پر صبر کریں گے تب ہی وہ برّ و تقویٰ کی راہ پہ مستقیم رہ سکیں گے اور انہیں استقامت حاصل ہو سکے گا۔ جیسے سورۃ حٰمٓ السجدہ کی آیات میں ہم نے پڑھا تھا: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ۔ تو یہ استقامت اور یہ صبر ہی درحقیقت وہ جوہر ہے کہ جس کی بنیاد پر انسان دنیا میں وہ روش اختیار کر سکتا ہے جس کے نتیجے میں اس میں وہ اوصاف پیدا ہو سکتے ہیں جن کا یہاں ذکر ہوا۔ اس کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے کہ: وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّۃً وَّسَلٰمًا ہ "ان لوگوں کا جنت میں استقبال ہوگا۔ دعاؤں کے ساتھ اور سلام کے ساتھ"۔ اور ظاہر بات

ہے کہ یہ استقبال کرنے والے جنت کے فرشتے ہوں گے ۔
آگے فرمایا : خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ط اس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے ۔ جنّت وہ جگہ ہے کہ ایک بار داخلے کے بعد وہاں سے نکلنے کا کوئی سوال نہیں ہے ۔ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ہ "وہ جنّت بہت ہی عمدہ جگہ ہے مستقل رہنے کے لیے بھی اور تھوڑی سی دیر کے قیام کے لئے بھی"۔ اس رکوع کے درس کی دوسری نشست میں جہنّم کا ذکر آیا تھا ۔ اب یہاں جنت کا ذکر آیا ہے تقابل کے طور پر چونکہ دنیا میں ہمارا تصور یہ ہے کہ کتنی ہی عمدہ جگہ ہو وہاں (CONTRAST) بھی مستقل رہنا پڑے تو اس میں انسان کے لئے کوئی دلچسپی اور رعنائی نہیں رہتی اور اگر بُری سی بُری جگہ تھوڑی مدت کے لئے بھی جانا ہو جیسے صحرائے اعظم میں انسان تھوڑے عرصہ کے لئے بھی جائے تو تبدیلی (CHANGE) کی وجہ سے ایک تفریح ہو جاتی ہے ، ایک ایڈونچر ہو جاتا ہے ۔ تو جہنّم کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسی بُری جگہ ہے کہ مستقل جائے قرار کی حیثیت سے تو انتہائی خوفناک ہے ہی ۔ کوئی اگر ایک لمحہ کے لئے بھی اس میں داخل کر دیا جائے تو اس دوزخ کی تمام شدّتیں، غلظتیں اور ساری کلفتیں آنِ واحد میں عیاں ہو جاتی ہیں ۔ اس کے برعکس جنّت وہ جگہ ہے کہ وہاں تھوڑی دیر ہی نہیں مستقل قیام ہوگا لیکن اس کے حسن میں، اس کی رعنائیوں میں، اسکی دلچسپیوں میں کبھی کوئی کمی نہیں آئے گی اور انسان اس سے کبھی بھی اکتائے گا نہیں ۔
حضرات ! ہمارے ان دروس میں مضامین کی جو ترتیب ہم نے اختیار کی ہے ، اس میں ہم "اعمالِ صالح" کے مباحث کا مطالعہ کر رہے ہیں ۔ اس پہلو سے سورۃ فرقان کے آخری رکوع میں اعمالِ صالح کے ضمن میں جن اوصاف کا بیان آیا ہے اُن کا بیان آج کی نشست میں مکمل ہو گیا ہے یعنی حاصلِ مطالعہ کے طور پر یہ بات ہمارے سامنے واضح طور پر آ گئی کہ اس پوری طرح تعمیر شدہ انسانی شخصیت جسے محبوبیتِ الٰہی کا مقام حاصل ہو جائے ، جسے عباد الرحمٰن میں شمار کیا جائے ، اس کی اساسات کیا ہیں ! اس کے خدوخال کیا ہیں ! اُس کے اوصاف کیا ہیں ! اُس کی نمایاں علامات کیا ہیں ! اس رکوع کی آخری آیت میں ایک بالکل

دوسرا مضمون ہے جس پر ان شاء اللہ اگلی نشست میں گفتگو ہو گی ۔ آج جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کے ضمن میں اگر کوئی سوال یا اشکال ہو تو میں حاضر ہوں۔

سوال وجواب

سوال : ڈاکٹر صاحب! جو لوگ قرآن مجید کو سمجھ کر نہیں پڑھتے کیا وہ بھی اس آیت کے زمرہ میں آجاتے ہیں کہ : وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ اس سلسلہ وضاحت فرمایئے؟

جواب : یقیناً اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو قرآن مجید پر غور نہیں کرتے۔ جیسے سورۂ محمد میں فرمایا : اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا "کیا یہ لوگ قرآن پر تدبر نہیں کرتے کیا ان کے قلوب پر تالے پڑ گئے ہیں؟"

البتہ اگر کوئی ساری عمر بالکل ان پڑھ رہا ہے اس نے ساری عمر کچھ نہیں پڑھا اور اب وہ عمر کی اس حد کو پہنچ چکا ہے کہ اس کے لئے پڑھنا پڑھانا ممکن نہیں تو ایسا شخص معذور ہو گا ۔ وہ اگر قرآن مجید ناظرہ پڑھ لے اور اس کا مفہوم کچھ نہ پائے تو اُسے اجر و ثواب ملے گا ۔ بلکہ میں تو یہاں تک عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص عمر کی اُس حد کو پہنچ گیا ہے کہ اب ناظرہ قرآن سیکھنا بھی اس کیلئے ممکن نہیں ہے تو وہ شخص باوضو او رقبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے اور قرآن مجید کی سطروں پر انگلی پھیرتا رہے تو اس کو بھی اجر و ثواب ملتا ہے ۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جو لوگ پڑھ سکتے ہیں، غور و تدبر کر سکتے ہیں، جنہوں نے بہت سے دنیوی علوم حاصل کئے ہیں، فنون سیکھے ہیں اور اب بھی ان میں اتنی استعداد موجود ہے کہ وہ عربی زبان سیکھیں، قرآن مجید پڑھیں اور اس میں فکر و تدبر کریں، ایسے لوگ اگر قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے محنت نہیں کرتے تو ایسے لوگ اُس وعید کے مستوجب قرار دیئے جائیں گے جو اس آیت مبارکہ میں آئی ہے ۔ واللہ اعلم

سوال : ڈاکٹر صاحب! ایک شخص اپنی امکانی حد تک دین پر چلتا ہے اور اپنی بیوی بچوں کو بھی اس کی ترغیب دیتا ہے لیکن وہ بالغ ہونے اور سمجھ رکھنے کے باوجود اس کی بات نہیں مانتے تو قیامت کے دن ایسے شخص پر کوئی بوجھ ہو گا

یا وہ بری الذمہ ہوگا ؟

جواب : بہت ہی عملی سوال ہے، جس سے بہت سے لوگوں کو عملاً سابقہ رہتا ہے - اس کا تعلق اصل میں انسان کی نیت سے ہے اور اس بات سے ہے کہ اُس کی کوشش کس درجہ کی ہے ! ان امور کے متعلق ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ ان کو اللہ جانتا ہے کہ اس نے واقعی کتنی محنت کی، کتنی کوشش کی آیا صرف سرسری طور پر کہتا ہے اور اس کے اہل وعیال بھی اپنے دلوں میں یہ محسوس کرتے ہیں کہ صرف واجبی سا کہنا سننا ہے ان کا کوئی خاص قلبی ارادہ ہمارے بارے میں یہ نہیں ہے - اگر ایسا ہے تو وہ شخص پکڑا جائے گا - پھر اس کا ایک پیمانہ یہ بھی ہوگا کہ ہم جو دُعائے قنوت میں پڑھتے ہیں کہ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ - اے اللہ ! جو تیرے نافرمان ہیں ہم ان سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ تو آیا اپنے اہل وعیال پر دباؤ ڈالنے کے لئے ایسی روش اختیار کی جاتی ہے یا نہیں ! ان تمام چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ ہوگا کہ فی الواقع اگر کسی شخص نے محنت و کوشش کی ہے، اس کے باوجود اس کے اہل وعیال نیکی اور تقویٰ کی راہ پر نہیں آرہے تو وہ اللہ کے ہاں بری ہوگا - اس لئے کہ انسان پہ اصل ذمہ داری اپنی ہے - دوسروں کو نصیحت کر سکتا ہے، تلقین کر سکتا ہے، ترغیب دے سکتا ہے، دوسروں کو راہ ہدایت پر لے آنے کا اختیار اُسے حاصل نہیں ہے - عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ۔ تم پر اصل ذمہ داری تمہاری اپنی جان کی ہے، تمہارا وہ کچھ نہیں بگاڑتا جو گمراہ ہوا جبکہ تم راہِ ہدایت پر رہو" بہرحال کوشش شرط ہے - جو ہر صاحب ایمان پر واجب ہے -

حضرات ! ہم نے سورۃ الفرقان کے اس آخری رکوع میں عباد الرحمٰن کے جن اوصاف کا مطالعہ کیا، ہمیں شعوری کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم ان اوصاف کو اپنی سیرت و کردار میں جذب کریں اور محنت کریں کہ ہم بھی عباد الرحمٰن کے زمرے میں شامل ہو جائیں - اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے - وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز - اور یہ چیز اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں -

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

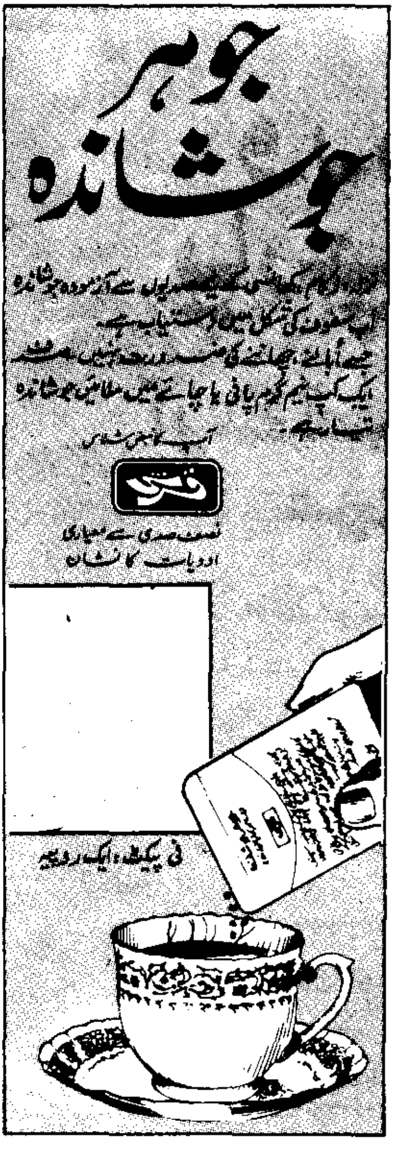
جوہر
جوشاندہ
اب سفوف کی شکل میں دستیاب ہے
ایک کپ نیم گرم پانی یا چائے میں ملائیے جوشاندہ
تیار ہے۔
آپ کا صحت شناس
نصف صدی سے معیاری
ادویات کا نشان
فی پیکٹ ایک روپیہ

کھانسی، گلے کی خراش، نزلہ زکام کے لیے
زود اثر
سُرفی کول
ٹکیاں اور سیرپ
SURFICOL
COUGH SYRUP
آپ کا صحت شناس
نصف صدی سے معیاری
ادویات کا نشان

مسئلۂ سندھ —

— دو اہم مقالات

وطنِ عزیز کی سلامتی اور استحکام کے حوالے سے مسئلۂ سندھ کے بارے میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی سوچ اور فکر کسی سے مخفی نہیں۔ اس اہم قومی مسئلے پر ایک مستقل کتاب لکھنے اور دس روز تک اندرون سندھ جاکر اہلِ سندھ کے خیالات و نظریات سے براہِ راست واقفیت حاصل کرنے کے بعد اگلے عملی قدم کے طور پر اس سال کے محاضرات قرآنی کی دو نشستوں میں اسی مسئلے کو مذاکرے کا موضوع بنایا گیا۔ اس سلسلے کی اہم بات یہ ہے کہ اس مذاکرے میں اُن سندھی دانشوروں کو اہلِ پنجاب کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی جو کسی نہ کسی حوالے سے اسلام یا پاکستان کے ساتھ وفاداری اور محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔ مذاکرے میں تقاریر اور مقالے پیش کرنے والوں میں نئے اور پرانے سندھی دانشوروں کی بھرپور نمائندگی موجود تھی۔ پنجاب سے تعلق رکھنے والے دانشوروں میں جناب محمود مرزا ایڈووکیٹ اور ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کے ڈائریکٹر جناب سراج منیر بھی شامل تھے۔

دو روزہ مذاکرات میں پیش کئے جانے والے تمام مقالوں اور تقریروں پر مشتمل مجموعی رپورٹ انشاء اللہ 'میثاق' میں شائع کی جائے گی۔ اس شمارے میں مولانا عبدالوہاب چاچڑ اور جناب محمود مرزا ایڈووکیٹ کے مقالات پیش خدمت ہیں۔

مولانا عبدالوہاب چاچڑ جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) ضلع سکھر کے جنرل سیکرٹری اور سندھی ماہنامہ "شریعت" کے ایڈیٹر ہیں۔ انہوں نے اپنے مقالے میں سندھ کے مسئلے کے اہم پہلوؤں کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ قیامِ پاکستان کے حوالے سے جس سوچ اور فکر کا اظہار کیا ہے وہ اُن کے جماعتی پس منظر کا لازمی نتیجہ ہے۔ پاکستان اور بانیٔ پاکستان کے بارے میں اُن کے طرزِ فکر سے واضح اختلاف کے باوجود اُن کا مقالہ من و عن پیش کیا جا رہا ہے تاکہ اہلِ پنجاب کو حالات و واقعات کی سنگینی کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ اگر مولانا موصوف قرار دادِ پاکستان اور بانیٔ پاکستان کے حوالے سے اپنے روایتی موقف کو اور انتہا پسندانہ انداز سے مقالے میں شامل نہ کرتے تو سندھ کے مسئلے کے بارے میں انہوں نے جن حقائق کا اظہار کیا ہے وہ زیادہ نمایاں طور پر اہلِ پنجاب کے سامنے آتے اور لوگوں کے لئے اُن پر زیادہ سنجیدگی سے غور کرنے کا موقع باقی رہتا۔

جناب محمود مرزا ایڈووکیٹ وہ پہلی پنجابی شخصیت ہیں جنہوں نے ۸۳ء کی ناکام تحریک کے بعد سندھ جا کر حالات کا جائزہ لیا اور واپس آکر اہلِ سندھ کے مسائل پر لکھا جواب کتابی صورت میں "آج کا سندھ" کے عنوان سے دستیاب ہے۔ اس تناظر میں اُن کے مختصر مقالے کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے جس میں انہوں نے معاشی پہلو سے انتہائی اہم نکات کا احاطہ کیا ہے۔

(ادارہ)

(۱)

قومیتی مسئلہ

از: جناب محمود مرزا

پاکستان کے علماءِ دین کے حلقوں میں ڈاکٹر اسرار احمد اس اعتبار سے منفرد ہیں کہ انہوں نے سندھ کی صورت حال کے حوالے سے قومی یکجہتی کے معاملے پر تقریری

اور تحریری دونوں انداز سے تفصیلی بحث کی ہے ۔ ان کی کچھ تحریریں "استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئی ہیں ۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے اس کتاب یا اس کے کسی پہلو پر تبصرہ کرنے کی فرمائش کی جسے بخوشی قبول کرتے ہوئے مَیں آپ کے سامنے حاضر ہوں ۔ اس کتاب کا نمایاں ترین پہلو قومیتی مسئلہ ہے میں صرف اسی مسئلہ کو زیر بحث لاؤں گا ۔ ہر آدمی کی سوچ اس کے علمی پس منظر سے متاثر ہوتی ہے ۔ میں بنیادی طور پر پولٹیکل اکانومی کا طالب علم ہوں ۔ چنانچہ قومیتی مسئلے پر میری رائے اسی سوچ کی مظہر ہے ۔

میں ڈاکٹر اسرار احمد کے علاوہ کسی دوسرے نامور مذہبی عالم کو نہیں جانتا، جو تصور پسندی اور واقعیت پسندی کے فرق کو اس طرح محسوس کرے جس طرح ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پر بحث کی ہے ۔ مذہبی عالم کی حیثیت سے آپ نے پاکستان کے استحکام کا واحد ذریعہ "اسلامی انقلاب" قرار دیا ہے ۔ جو آپ کے خیال کے مطابق معروف جمہوری سیاست کے ذریعے ممکن نہیں ۔ تاہم ڈاکٹر صاحب یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ بحرانی کیفیت اور درپیش مسائل معروف جمہوری نظام ہی کا تقاضا کرتے ہیں ۔ بطور ایک حقیقت پسند کے آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس وقت پاکستان میں مسلم قومیت کا جذبہ بہت کمزور پڑ چکا ہے، اور اس کی جگہ نسلی، لسانی اور علاقائی عصبیتوں نے لے لی ہے ۔ آپ لکھتے ہیں "سردست ہم اگر پاکستان میں قومیتوں کے مجموعے ہی کے لئے کوئی قابلِ قبول دستور اور لائحہ عمل تیار کر سکیں اور پھر اپنے عمل سے باہمی اعتبار کی فضا کو پروان چڑھائیں اور وحدت ملّی کی جانب پیش قدمی کریں تو یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی ۔ اس کے برعکس اگر جذباتی انداز میں قومیتوں کی نفی مطلق ہی پر اصرار رہا تو باہمی بے اعتمادی اور تشتت و انتشار ہی میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا ۔" فوری تدبیر کے طور پر ملک کی کشتی کو خوفناک بھنور سے نکالنے کے لئے آپ کی تجویز ہے کہ "عوام کو ان کے سیاسی حقوق فی الفور لوٹا دیئے جائیں، اور اس سلسلے میں جو ظاہری خطرات و خدشات نظر آتے ہیں ان سے بالکل خائف نہ ہوا جائے ۔ اس لئے کہ بصورت دیگر جو اندیشے ملک و ملّت کے مستقبل کو لاحق ہیں وہ ان سے کئی گنا زیادہ خوفناک ہیں" پاکستانی عوام میں ثقافتی فرق کو تسلیم کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں "ایسے ممالک یا معاشرے

جو مختلف لسانی و ثقافتی اکائیوں پر مشتمل ہیں ان کے لئے تو انتخابی و سیاسی عمل کا جاری رہنا بالکل تنفس کے جاری رہنے کے مشابہ ہے۔ اس کا تعطل خوفناک نتائج پیدا کر سکتا ہے۔"

فوری تدابیر کے طور پر ڈاکٹر صاحب کی مذکورہ بالا تجاویز مدبّرانہ ہیں۔ جہاں تک مستقل حل کا تعلق ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کوئی تفصیلی بحث نہیں کی۔ اس لئے اس پر تبصرہ ممکن نہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی زیر تبصرہ تصنیف میں قومی استحکام کے مسائل پر واقعیت پسندی کا ایک دانشمندانہ رویہ اختیار کیا ہے۔ یہ ایک ایسے مذہبی عالم کے لئے جو غیر سندھی ہو ایک بڑی بات ہے۔ اور جب ایسا عالم لاہور میں رہتا ہو تو بہت بڑی بات ہے۔ تاہم یہ بات جدید سماجی علوم کے کسی روشن خیال طالب علم کے لئے نہ تو بڑی ہے اور نہ عجیب۔ عمرانیات کے ماہرین، افراد کے ایسے مجموعے کو قومیت تصوّر کرتے ہیں جن کی زبان اور ثقافت میں یکسانیت پائی جائے اور جو ایک متعین علاقے میں اکثریت میں آباد ہوں۔ بالخصوص جب ان کی روایات اور تاریخ میں سانجھ پائی جائے۔ اس مجموعۂ افراد کی سوچ میں بھی ایک طرح کی سانجھ موجود ہوتی ہے اور ان میں مشترکہ مفاد کا ایک احساس بھی پایا جاتا ہے۔ یہ احساس خصوصیت سے اس وقت ابھرتا ہے۔ جب کسی وجہ سے کسی دوسری قومیت کے ساتھ مفادات کا ٹکراؤ یا شکایتیں پیدا ہو جائیں۔ کوئی ملک یا قوم ایک سے زیادہ قومیتوں پر مشتمل ہو سکتی ہے۔ بے شمار ممالک ایسے ہیں جن میں متعدد قومیتیں آباد رہیں۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ان قومیتوں میں کوئی ٹکراؤ کی صورت پیدا ہو۔ اگر متعدد قومیتوں پر مشتمل ممالک میں تمام قومیتوں کو سیاست، حکومت اور معاشی ترقی میں شرکت کا کم و بیش یکساں موقع میسر ہو تو قومیتی عصبیتیں کوئی منفی رویہ اختیار نہیں کرتیں۔ بلکہ جوں جوں ان میں تہذیبی اور معاشی مفادات کا اشتراک بڑھتا ہے ان میں اکٹھا رہنے کا قومی جذبہ مستحکم ہوتا جاتا ہے۔ ہوشمند ممالک میں ترقیاتی منصوبہ بندی کے ذریعے اس بات کا اہتمام کیا جانا چاہیئے کہ ہر علاقے میں ایسے معاشی منصوبے قائم کئے جائیں۔ کہ ایک علاقے کے رہنے والے عام طور پر دوسرے علاقے میں نقل مکانی کر کے آبادی

کے تناسب کو اس طرح سے تلپٹ نہ کردیں کہ ان دو قومیتوں کے مابین شکر رنجی پیدا ہو مگر ہمارے ہاں ترقی کا انتہائی بھونڈا سرمایہ دارانہ طریقہ کار اختیار کیا گیا۔ صنعتی شعبے میں ترقی کی ذمہ داری سرمایہ داروں کے سپرد ہوئی۔ جنہوں نے محض دولت کمانے کی غرض سے صنعتیں ایسے علاقے میں نصب کیں جہاں سے انہیں زیادہ سہولتیں یا منافع حاصل ہوا۔ تفصیل میں جانے بغیر عرض ہے کہ ۱۹۸۱ء تک سندھ بالخصوص کراچی کے گردونواح میں گیارہ ارب روپے کی سرمایہ کاری ہوئی۔ اتنی ہی سرمایہ کاری پنجاب میں بھی ہوئی جبکہ سندھ کی آبادی پنجاب کے مقابلے میں تقریباً ایک تہائی ہے اس کے برعکس دوسرے دو صوبوں میں کوئی قابل ذکر صنعتی سرمایہ کاری نہیں ہوئی۔

اگلے تین سالوں میں چھ انوسٹ منٹ بنکوں نے صنعتوں کی تنصیب کے لئے قرضوں کی صورت میں جو سرمایہ فراہم کیا اسکی مجموعی رقم کا ۵۳٫۶۶ فیصد سندھ میں (زیادہ تر کراچی کے گردونواح میں) ۲۸٫۶۲ فیصد پنجاب میں، ۱۲٫۲۳ فیصد صوبہ سرحد میں اور ۵٫۰۷ فیصد بلوچستان کے لئے تھا۔ کمرشل بنک کریڈٹ صنعتی اور تجارتی سرمایہ کاری کا بڑا وسیلہ ہوتا ہے۔ جو روزگار کے مواقع پیدا کرنے کا بڑا ذریعہ بنتا ہے۔ ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۵ء تک کے چار سالوں کے دوران کراچی میں بنک ایڈوانس کی رقوم مجموعی ایڈوانس کا ۵۰ فیصد سے ۵۶ فیصد کے درمیان رہیں جبکہ پنجاب بھر میں یہ شرح ۳۰ فیصد سے ۳۲ فیصد تھی۔ صوبہ سرحد میں یہ شرح صرف ۴ فیصد تھی۔ اس غلط کریڈٹ اور ترقیاتی حکمت عملی کی وجہ سے پنجاب اور صوبہ سرحد کے لوگ تلاش روزگار میں سندھ اور بالخصوص کراچی میں نقل مکانی کرنے لگے۔ اس طرح سندھ کی صنعت و تجارت کی ترقی کے نتیجے میں سندھ کی تہذیبی حیثیت بدل گئی جس کا سندھی بولنے والی آبادی میں شدید ردعمل ہوا۔ اسی کا اظہار ایک سندھی دانشور نے اس طرح کیا کہ انہیں سندھ کی ایسی صنعتی ترقی نہیں چاہیئے جو ان کے تہذیبی تشخص کو ختم کردے۔ عام سندھی کو بجا طور پر شکایت ہے کہ نئے بیراجوں کی بہت سی اراضی مقامی محنت کشوں کی بجائے غیر سندھی افراد میں تقسیم کی گئی ہے۔ یہ سراسر غلط حکمت عملی ہے۔ میں اس حکومت کو قوم کا حقیقی خدمت گار قرار دونگا

جو ایسی تمام الاٹمنٹوں کو بیک جنبشِ قلم بغیر کسی معاوضہ کے منسوخ کرے۔ جو غیر محنت کشوں کو الاٹ کی گئی ہیں۔ یہ مسئلہ مذہبی علماء کے طے کرنے کا ہے۔ کہ ابتداً الائمنٹ کے ذریعے غیر حاضر ملکیتی نظام قائم کرنے کا کیا جواز تھا یہ معاملہ سندھی عوام کے طے کرنے کا ہے کہ مقامی سندھی ہاری کب تک اپنی محنت سے بڑے بڑے زمینداروں کو ڈھیروں دولت کما دیتے رہیں گے تاکہ وہ اس کے بل بوتے پر سندھی عوام کو سیاسی سماجی اور انسانی حقیقی سے محروم کئے رکھیں۔ خیال رہے کہ یہ سندھ کے مسئلے کی مکمل تفصیل نہیں صرف معاشی پہلو کے چند نکات کا مختصراً ذکر ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ جمہوریت کے فقدان، سرکاری افسروں کی لوٹ مار اور آمرانہ رویے کی بنا پر اور معیشت کی غلط منصوبہ بندی کی وجہ سے قومیتوں کا مسئلہ اس قدر شدید ہو گیا جتنا آج ہے۔ اس صورتِ حال کے سلجھانے میں دو ایسے گروہ ہیں جو امداد نہیں کر رہے ہیں اور جو واقعیت پسند ہونے کی بجائے نظریہ پسند بنے رہنے پر مصر ہیں۔ ان میں سے ایک دائیں بازو کا نظریاتی گروہ ہے جس میں موثر ترین طبقے کا تعلق مرکزی پنجاب سے ہے جو ابھی تک معروضی حالات سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہے اور اسی تصور پسندی پر مصر ہے کہ سندھی عوام کی شکایتیں اسلامی عقائد سے متصادم ہیں اور اس بنا پر توجہ کے قابل نہیں۔ اس کا اصرار ہے کہ اسلام میں تہذیب، رنگ و نسل کی کوئی تفریق نہیں اور ایک مسلمان کسی بھی علاقے میں نقل مکانی کر سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ مذہبی حلقے اسلام کے آئیڈیل کو اس کے معروضی سیاق و سباق سے منقطع کر دیتے ہیں۔ شاید وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ہمارے ہاں کا مروجہ نظام، اسلامی آئیڈیل کو جذب کرنے کی صلاحیت سے سراسر عاری ہے۔ لیکن سندھ کے علماء کا موقف ایسے کسی تضاد کا شکار نہیں۔ مجھے فی الواقع حیرت انگیز خوشی ہے کہ مرکزی پنجاب کے کم از کم ایک عالم ڈاکٹر اسرار احمد نے اس معاملے میں ایک روشن خیال رویہ اپنایا ہے۔ دوسرا نظریاتی گروہ جو قومیتی مسئلے کو سلجھانے میں مدد نہیں کر رہا اس کا تعلق بائیں بازو سے ہے۔ یہ گروہ کمیونسٹ سماج کے قومیت کا مفصل تصور من و عن ایک ایسے معاشرے میں نافذ کرنا چاہتا ہے جو کمیونسٹ سماج نہیں ہے۔ یہ بڑی خوشی آئند بات ہو گی اگر پاکستان میں

بائیں بازو کے علم بردار واقعیت پسندی کا رویہ اختیار کرکے قومیت کے مسئلے کو فیڈرل نظام کے اندر رہتے ہوئے صوبائی اور لوکل گورنمنٹ کے اختیارات میں توسیع کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کریں۔

لاہور میں کچھ احباب ان دنوں کوشش کر رہے ہیں کہ ہمارے ملک میں مختلف علاقوں اور مختلف افراد کے درمیان جو نظری اختلافات موجود ہیں ان کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان میں مشترک نکات ڈھونڈ کر ملکی استحکام پیدا کرنے کے لئے ایک نقشہ تیار کریں۔ خوشی کی بات ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بھی اپنے طور پر ملکی استحکام کے لئے لائحہ عمل ڈھونڈنے میں مصروف ہیں۔ میرے احباب کی رائے میں ملکی استحکام اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکے گا جب تک ملک کے نظم و نسق میں ہمارے عوام عملی دلچسپی نہیں لیں گے۔ چنانچہ محض سیاسی نظام ہی نہیں انتظامی ڈھانچہ بھی حتی الامکان جمہوری اصولوں کے مطابق بنانے کی ضرورت ہے۔ اس بات کو میں نے اپنی کتاب "آج کا سندھ" میں مختصراً یوں بیان کیا ہے کہ ریاستی طاقت کو حتی الامکان مرکز سے صوبوں اور صوبوں سے مزید آگے ضلعوں اور اس سے بھی نچلی سطحوں تک پھیلا دیا جائے اور اختیارات کو جس حد تک ممکن ہو سرکاری حکام کی بجائے عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھوں میں منتقل کر دیا جائے۔ مزید برآں معاشی منصوبہ ساز اداروں کے اختیارات کے ارتکاز کو بھی حتی الامکان ختم کیا جائے۔ یکساں وسائل اور مسائل کے حامل اضلاع کی بنیاد پر نئے منصوبہ ساز ادارے قائم کئے جائیں۔ صوبائی اور وفاقی منصوبہ ساز ادارے ان کو فنی مہارت اور مدد مہیا کریں اور ان کو مربوط بنائیں۔ منصوبوں کی تکمیل کی ذمہ داری متعلقہ اضلاع کی منتخب انتظامیہ مقامی باشندوں کے خوشدلانہ تعاون سے ادا کرے۔ اسی لائحہ عمل کو اختیار کرکے تمام علاقوں کی بیک وقت ترقی ممکن ہے۔ ترقی کے نتیجے میں لوگوں میں جو مشترک مفاد اور باہمی انحصار پیدا ہوگا وہ جمہوری نظام کے ساتھ مل کر یکجہتی کی وہ فضا پیدا کر دے گا جسے کچھ لوگ محض نظریوں کی بحث کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

آخر میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور جلسے کے منتظمین کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے آپ سے خطاب کی دعوت دی

(۲)

سندھ بنام پنجاب

مولانا عبدالوہاب چاچڑ

آج اس مجلس میں دو تاریخی معاہدوں اور ان معاہدوں کی خلاف ورزیوں کا قدرے تفصیل سے ذکر کروں گا۔ معاہدہ اول قرارداد لاہور یا نظریہ پاکستان۔ دوم تقسیم آب کے متعلق معاہدہ لاء کمیشن یا ۱۹۴۵ء کا سندھ پنجاب ایگریمنٹ۔

تمام ممالک اسلامیہ کا متحدہ اقتدار بنوامیہ کے دور تک قائم رہا بعد میں ممالک اسلامیہ کا وہ اتحاد باقی نہ رہا۔ اس لئے تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اسلام کی چکی پینتیس یا فرمایا چھتیس یا فرمایا سینتیس کے بعد بند ہو جائے گی پھر اگر لوگ ہلاک ہو گئے تو ان کا بھی وہی راستہ ہے جو اور ہلاک ہونے والوں کا ہے اور اگر ان کا دین ان کے لئے قائم رہے گا تو ستر برس تک قائم رہے گا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ اے نبی اللہ گذشتہ زمانہ ملا کر ستر برس یا صرف آئندہ کے؟ حضرتؐ نے فرمایا صرف آئندہ کے" حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ازالہ الخفاء مترجم اردو ج اص ۳۰۰ میں اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا "اس حدیث کا مضمون خارج میں ظاہر ہوا کیونکہ ۳۵ھ میں حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے اور انتظام جہاد بگڑ گیا۔ پھر حضرت معاویہؓ کے زمانے میں جہاد کا انتظام قائم ہوا اور اس تاریخ سے ستر برس بعد بنوامیہ کی سلطنت زائل ہو گئی"۔ مطلب یہ کہ قرن اول تک تمام بلاد اسلامیہ کے درمیان ڈھیلا ڈھالا اتحاد قائم تھا۔ اسی لئے تو حضرت ابو عبیدہؓ نے شام کے علاقہ حمص کو اتحاد سے آزاد کر دیا اور فرمایا انتم علی امر کم جب اس کی حفاظت سے قاصر رہے (مفتوح الشام للبلاذری ص ۱۴۳) ایسا صرف ڈھیلے ڈھالے اتحاد میں ہو سکتا ہے۔

۱۹۴۰ء میں مسلمانان ہند کی آرا دو قسم کی تھیں۔

جمعیت علماء ہند کی رائے تھی کہ ہندوستان کے تمام ممالک ایسے ڈھیلے ڈھالے اتحاد میں شامل ہوں جس میں ہندو اکثریت کے غلبے کا مستقل سدِ باب کیا گیا ہو۔ کانگریسی مسلمانوں کا بھی یہی خیال تھا لیکن مسلم لیگ کی رائے تھی صرف مسلم اکثریت والے ممالک ہند کا آپس میں اس قسم کا اتحاد ہو۔ اگر آپ نزاع لفظی میں نہ الجھیں تو آج کی اصطلاح میں ایسے اتحاد کو کنفیڈریشن سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مسلم لیگ نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں جو تاریخی قرارداد پاس کی تھی وہ اسی رائے کا اظہار تھا اور یہی نظریہ پاکستان ہے۔ قرارداد کا متن ہے کہ "وہ علاقے جہاں مسلمان بلحاظ تعداد اکثریت میں ہیں مثلاً شمال مغربی اور مشرقی ہندوستان کے منطقوں میں، ان کی اس طرح گروپ بندی کی جائے کہ وہ آزاد اور خود مختار مملکتوں کی ایسی صورت اختیار کر لیں جس میں ملحقہ یونٹیں خود مختار اور مقتدر ہوں"۔

اس کے بعد اپریل ۱۹۴۱ء کو مدراس میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں بھی تقریباً یہی قرارداد دوبارہ منظور کی گئی اور اسی نظریہ و معاہدہ کے تحت دسمبر ۱۹۴۵ء و جنوری ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ نے مسلمانان ہند کی اکثریت کے ووٹ حاصل کئے جو کہ ایک لحاظ سے ریفرنڈم تھا۔

نظریہ پاکستان سے پہلا انحراف

ارباب نظریہ پاکستان نے ووٹ حاصل کر کے اپنی اصل نیت کا اس طرح اظہار کیا کہ اپریل ۱۹۴۶ء کو دہلی کنونشن میں مسلمانان ہند اور نظریہ پاکستان کے ساتھ غداری کرتے ہوئے طے شدہ قرارداد کو مسخ کر کے ایک نئی قرارداد منظور کی۔ دہلی قرارداد کا متن یوں ہے کہ۔

"ہر گاہ مسلمانوں کو اس امر کا یقین واثق ہو چکا ہے کہ ہندوؤں کے غلبہ سے مسلمانوں کو نجات دلانے کے لئے یہ لازمی ہے کہ ایک ایک با اختیار اور با اقتدار مملکت کا قیام عمل میں لایا جائے جو شمال مشرقی منطقہ میں آسام' بنگال اور شمال مغربی منطقہ میں سندھ' پنجاب' بلوچستان اور صوبہ سرحد پر مشتمل ہو"۔ اس سازشی قرارداد میں مملکتوں کو مملکت میں تبدیل کر دیا گیا۔ نظریہ پاکستان میں وحدتوں کو آزاد' خود مختار اور مقتدر قرار دیا گیا تھا مگر اس سازشی قرارداد دہلی میں یہ چیزیں مرکز کے لئے مختص کی گئیں۔

شرعاً' اخلاقاً اور قانوناً قرارداد دہلی کی کوئی حیثیت نہیں۔ معاہدہ یا نظریہ پاکستان قرارداد لاہور ہی ہے۔ جس کے خاتمہ کے معنی پاکستان کا خاتمہ ہو گا کیونکہ نظریہ بمنزلہ روح کے ہوتا ہے۔

دوسرا انحراف

سندھ اسمبلی نے ۱۹۴۶ء میں دو بل پاس کئے۔

۱۔ تین سو ایکڑ سے کم زمین کا مالک اپنی زمین گروی نہیں رکھ سکتا جب تک گورنمنٹ سے اس کی منظوری نہ لے۔

۲۔ آج سے قبل جتنی بھی زمینیں گروی کی وجہ سے فروخت ہوئی ہیں یا ابھی تک گروی رکھی ہوئی ہیں وہ سب اپنے اصل مالکوں کو واپس ہو جائیں گی اور جتنا عرصہ وہ گروی میں رہی ہیں' اس عرصہ کی زرعی پیدائش کا حساب گروی رکھنے والے سے لے کر اصل مالک کو دیا جائے گا' اگر وہ حساب قرض سے زائد بنتا ہو۔ اس قسم کا بل پنجاب اسمبلی نے غالباً ۱۹۰۰ء میں پاس کیا تھا اور عمل میں آیا۔ سرحد اسمبلی نے ایسا بل ۱۹۵۱ء میں پاس کیا اور ۳۰ ستمبر ۱۹۵۲ء تک اس بل کی بنیاد پر صوبہ سرحد میں واپس شدہ زمینوں کا تخمینہ ۱۶۳۵۶ ایکڑ ہے۔

سندھ میں مسلمان غالب اکثریت میں تھے' اس لئے آسانی سے یہ بل پاس ہو گیا۔ یہ امر واقع ہے کہ مسلمان اکثریت کے باوجود تعلیم اور معیشت میں پیچھے تھے۔ علمی اعتبار سے اس لئے کہ انگریزوں نے آزاد ملک سندھ پر قبضہ کر کے اس کو صوبہ تک نہ بنایا بلکہ بمبئی کا ڈویژن بنا دیا۔ کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم کے لئے بمبئی جانا عام مسلمان کی استطاعت میں نہیں تھا۔ اس کے علاوہ غیور سندھی مسلمان انگریز کی طرح انگریزی سے بھی متنفر تھے۔ علماء کرام کے فتاویٰ نے بھی اس نفرت و دوری میں اضافہ کیا۔ اس کے باوجود سندھی مسلمانوں نے سندھ میں مسلم' نان مسلم کی بنیاد پر ملازمتوں کے لئے آبادی کے تناسب سے کوٹہ سسٹم منظور کرا لیا۔ اس قسم کا کوٹہ سسٹم پنجاب میں بھی تھا۔ سندھی مسلمان اپنے کوٹہ کی تکمیل کے لئے پنجاب وغیرہ سے بھی مسلمانوں کو لے آتے تھے۔ بعد میں

سندھی مسلمانوں نے اپنے تعلیمی ادارے قائم کئے اور آہستہ آہستہ تعلیم میں خود کفیل ہوتے گئے۔ مسلمانانِ سندھ کی اکثریت دیہاتی تھی۔ ان کے معاش کا انحصار زراعت پر تھا۔ آبپاشی کا نظام بہتر نہیں تھی۔ اس لئے زراعت سے ضروریات پوری نہیں ہورہی تھیں۔ سندھی مسلمان ضروریات کے لئے ہندو ساہو کاروں، سود خوروں سے قرض لے کر مفلس سے مفلس تر ہوتے گئے۔ زمینیں گروی رکھتے تھے بالاخر قرض اور سود در سود میں فروخت ہوجاتی تھیں۔ مذکورہ بالا دونوں بلوں کو اسی پس منظر میں دیکھا جائے تو ان کی اہمیت سمجھ میں آجائے گی۔

یہ دونوں بل پاس ہو کر منظوری کے لئے گورنر جنرل ہند کے پاس گئے دفتری کارروائی کے دوران ہی پاکستان بن گیا۔ اب یہ دونوں بل گورنر جنرل مسٹر محمد علی جناح کی خدمت میں پیش ہوئے۔ جناح صاحب نے پہلے بل کو تو منظور کیا لیکن دوسرے بل کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ زمینیں پناہ گیروں کو دی جائیں گی۔ حالانکہ ہندوؤں کی متروکہ جائیداد اور زمینوں میں فرق تھا۔ زمینیں ہندوؤں کی اپنی نہیں تھیں ان کے اصل مالک مقامی مسلمان تھے۔ بہرحال جو چیز سندھی مسلمانوں نے ہندوؤں کے دور میں حاصل کی پاکستان کی برکت سے وہ بھی ان سے چھین لی گئی۔ یہ اقدام قرارداد لاہور کے سراسر منافی تھا۔ اس کے باوجود سندھ والوں کو کہا جاتا ہے کہ ہندو تم کو کھا جاتا یا کھا جائے گا اگر پاکستان نہ بنتا یا نہ رہا۔ حالانکہ سندھیوں کو پاکستان نے کھایا ہے اور کھا رہا ہے یا کوئی اور آکے کھائے گا یہ بات ظاہر ہے۔

تیسرا انحراف

۱۹۴۸ء کے اوائل میں پاکستان سرکار نے سندھ کے دارالحکومت، بندرگاہ اور عظیم الشان شہر کراچی کو سندھ سے الگ کیا۔ سندھ اسمبلی نے متفقہ قرارداد میں اس کی مخالفت کی اور اس کو قرارداد لاہور سے غداری قرار دیا گیا۔ اس اتفاق میں برطانوی ممبر بھی شامل تھے۔ جناح صاحب اور لیاقت علی خان نے ہر اسمبلی میں برطانوی شہریوں کو رکنیت عنایت کی تھی۔ لیکن بندوق کی نالی سے کراچی زبردستی چھین لیا گیا۔ البتہ یہ وعدہ کیا گیا کہ صوبائی سیکرٹریٹ، عملہ کی رہائش گاہیں تعمیر کرنے وغیرہ کے لئے مرکز سندھ کو معاوضہ ادا کرے گا لیکن اب تک وہ وعدہ وفا نہ ہوا۔

یہ تو واضح ہے کہ پاکستان اسلامی نظام کے لئے نہیں بنا تھا۔ آپ قرارداد لاہور کا مطالعہ کریں ایسی کوئی بات نہیں۔ البتہ جمعیت علمائے اسلام وغیرہ اس کوشش میں لگی ہوئی ہیں کہ اسلامی نظام نافذ ہو۔ خدا ان کو کامیاب کرے۔ بانیانِ پاکستان کے ذہن میں یہ چیز نہیں تھی۔ پاکستان صرف ہندوؤں کے غلبہ سے آزادی کی بنیاد پر قائم ہوا ہندوؤں کے غلبہ کا خوف بھی کل ہند سطح پر تھا۔ صوبائی سطح پر خوف کارفرما نہیں تھا۔ صوبہ سرحد جہاں ہندو نہ ہونے کے برابر تھے۔ انہوں نے ریفرنڈم میں حصہ لیا (اگرچہ مخالف پارٹی نے بائیکاٹ کیا تھا) تو اس کا محرک بھی کل ہند سطح پر ہندوؤں کا خوف تھا۔ اگر بانیانِ پاکستان کے دل میں اسلامی نظام کا ادنیٰ خیال بھی ہوتا تو ہرگز مندرجہ ذیل اقدامات نہ کرتے۔

۱۔ پاکستان بننے کے بعد جب پاکستانی جھنڈا لہرایا گیا اور برطانوی پرچم یونین جیک اتارا گیا تو جناح

صاحب نے فرمایا کہ یونین جیک کو دوبارہ بلند کرواور اس کو ایک دن کے لئے اور لہرانے دو۔
۲۔ ایک غیر مسلم جوگندر ناتھ منڈل کو دس اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا پہلا چیئرمین بنایا گیا۔
۳۔ کٹر قادیانی چوہدری ظفر اللہ کو ملک کا پہلا وزیر خارجہ بنایا گیا۔
۴۔ پاکستانی بری افواج کا کمانڈر انچیف ایک انگریز جنرل کو بنایا گیا۔ حد تو یہ ہوئی کہ جناح صاحب نے اکتوبر ۱۹۴۷ء میں پاکستانی افواج کو کشمیر میں داخل ہونے کا حکم دیا لیکن ان افواج کے کمانڈر جنرل گریسی نے حکم ماننے سے انکار کر دیا اس انکار کے صلہ میں چار ماہ بعد جنرل گریسی کو جنرل میسروی کی جگہ بری افواج کا کمانڈر انچیف بنادیا گیا اور ۱۶ جنوری ۱۹۵۱ء تک اس منصب پر فائز رہے۔
۵۔ ہوائی فوج کا سربراہ ایئر مارشل ایل آر ایچرے انگریز کو بنایا گیا۔ ۱۹۵۷ء تک یہ انگریز پاکستان کی فضائیہ کا سربراہ رہا۔
۶۔ بحری فوج کا سربراہ ایئر ایڈمرل جیفورڈ انگریز کو مقرر کیا گیا۔
۷۔ صوبہ پنجاب کا گورنر سر فرانسس موڈی انگریز مقرر ہوا اگست ۱۹۴۹ء تک رہا۔
۸۔ مشرقی پاکستان کا گورنر فریڈرک بورن تین سال تک وہاں حکومت کرتا رہا۔
۹۔ صوبہ سرحد میں چار سال تک دو انگریزوں کا راج رہا یعنی کنگھم اور ڈنڈاس۔
۱۰۔ فیڈرل کورٹ کا پہلا چیف جسٹس اور پہلا وزیر قانون آپ کو معلوم ہے۔
مطلب یہ ہے کہ بانیان پاکستان نے ملک کی افواج کا مخصوص ذہن بنوایا اور ملک کے رگ و ریشہ میں برطانوی جراثیم کو داخل ہونے کا موقع فراہم کیا۔ اسلامی نظام کے داعی اس طرح نہیں کرتے۔ یہ وہ خرابیاں ہیں جو بانیانِ نظریہ کے کھاتے میں جاتی ہیں۔

چوتھا انحراف

کوٹری بیراج مکمل ہوا۔ گدو بیراج مکمل ہونے والا تھا سندھ کی بنجر زمین شاداب آباد ہونے کا وقت قریب آرہا تھا۔ سندھ کے وسائل اور عہدے پنجاب کو لقمہ تر نظر آرہے تھے۔ ان چیزوں کو نگلنے کی راہ میں صوبائی حدبندی مانع تھی۔ اس لئے پنجابی سیاستدانوں نے مشرقی پاکستان کی اکثریت کے توڑ کا بہانہ بنا کر مغربی پاکستان کے صوبوں کی صوبائی حیثیت ختم کر کے سب کو لاہور کے ماتحت کر دیا۔ حالانکہ مشرقی پاکستان کی کثرت آبادی کا بہترین حل سینٹ کے ذریعہ ہو سکتا تھا۔ اب سندھ کی ہر چیز کا فیصلہ لاہور میں ہونے لگا۔ سندھ کی اہم اور کلیدی اسامیاں پنجابیوں سے پُر کی گئیں۔
سندھ کے ہاری جو بیراج کی تکمیل کے منتظر آس لگائے بیٹھے تھے کہ زمینیں ان کو ملیں گی اور زمینداروں کے چنگل سے نکلیں گے اور آزاد اور خوشحال زندگی بسر کریں گے۔ مگر ان کی آرزو آرزو ہی رہی۔ سندھ کی زمینیں فوجیوں اور سول ملازمین میں بانٹی گئیں۔ نیلام عام کے ذریعے بقایا زمینیں پنجابی چودھریوں کو دی گئی۔ غریب سندھی ان چودھریوں کا مقابلہ کیسے کر سکتا تھا۔ جن کی تجوریاں بنک کے پیسے سے بھری ہوئی تھیں۔ ون یونٹ بننے سے سیلاب کی

طرح غیر سندھی حضرات کی یلغار ہوئی۔ جس سے مقامی لوگ نہ صرف بے روز گار ہوئے بلکہ آبادی کا تناسب بھی بگڑ گیا۔ اب سندھ والے ریڈ انڈین کی سی حالت کا خطرہ محسوس کرنے لگے ہیں۔

اگرچہ مندرجہ بالا مقاصد حاصل کر کے اور مفاسد پورے کر کے یحییٰ خان سے ون یونٹ ختم کرا کے صوبوں کے نام تو بحال کرا دیئے گئے لیکن اس عرصہ دراز میں جتنی یہ زیادتیاں کی گئیں ان کا کوئی ازالہ نہ کیا گیا۔ ہر چیز اسی حالت میں رہی نہ زمینوں کے مسائل حل ہوئے نہ وسائل کے استعمال پر کوئی بندش عائد کی گئی اور نہ باہر کے ملازمین اور افسروں کو واپس کیا گیا۔ بلکہ یہ سلسلہ جاری ہے سندھ میں اب بھی حالت ایسی ہے جیسے فاتح قوم مفتوح علاقے میں داخل ہوئی ہو۔ ہمارا حال غلاموں سے بھی بدتر ہے۔ اپنے گھر میں اجنبی ہیں۔ سیکریٹریٹ سے لے کر تھانہ تک باہر کے لوگ مسلط ہیں جو بھی باہر سے آتا ہے اس کا استقبال کرنے والے بندے پہلے سے یہاں موجود ہوتے ہیں۔ ایک دن میں اس کو ڈومیسائل سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔ کوٹہ سسٹم جس پر اردو والے ناراض ہیں۔ ڈومیسائل کی سہولت کی بدولت اس سے بھی پنجابی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کوٹہ سسٹم مرکز میں بھی ہے۔ سندھ' پنجاب اور سرحد میں بھی ہے کوٹہ سسٹم کا مقصد یہ ہے کہ پسماندہ لوگوں کو ترقی دی جائے اس میں کوئی شرعی' اخلاقی اور قانونی سقم نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ پنجاب کی اسامیوں کے لئے میرٹ کا حصہ نکال کر باقی کے لئے پنجاب دو زونوں میں منقسم ہے۔

ایک ترقی یافتہ (زون نمبر ۱) اور دوسرا پس ماندہ۔ زون نمبر ۲ میں بہاولپور ڈویژن' ڈی جی خان ڈویژن' فیصل آباد ڈویژن کا ضلع جھنگ' سرگودھا ڈویژن کے میانوالی اور بھکر کے اضلاع اور پنڈی ڈویژن کے اٹک اور جہلم کے اضلاع شامل ہیں باقی پورا پنجاب زون نمبر اول میں شامل ہے۔ ہر ایک زون کا کوٹہ مقرر ہے۔ اسی طرح صوبہ سرحد کو پانچ زونوں میں تقسیم کر کے ملازمت اور داخلہ میں ہر ایک کے لئے کوٹہ مقرر کیا گیا ہے۔ سندھ میں کراچی' حیدر آباد اور سکھر ترقی یافتہ علاقے ہیں اور باقی سندھ پس ماندہ ہے۔ سندھ میں بھی پنجاب اور سرحد کی طرح کوٹہ سسٹم نافذ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ پس ماندہ علاقوں کے کوٹہ پر بھی زیادہ تر پنجابی حضرات جعلی ڈومیسائل بنوا کر قابض ہو جاتے ہیں۔

پنجاب کے لوگ پوچھتے ہیں کہ وسائل معاش اور ملازمتوں میں علاقہ کی تخصیص' غیر مقامی پر سکونت کی بندش اور آئے ہوئے لوگوں کے اخراج کا شرعی جواز ہے؟ جبکہ فرمان رسول ہے انما المومنون اخوۃ واقعی سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ لیکن اخوت ایمانی ایک دوسرے کے ضرر کا باعث بنے جائز نہیں۔ جہاں تک حقوق منزلی یا مدنی یا علاقائی کا تعلق ہے اس میں مذہب یا تقویٰ کا کوئی دخل نہیں مذہب کو استحصال کے لئے استعمال کرنا یہودیت کا ایک شعبہ ہے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوموں کے علاقائی حقوق کے لئے جو فرامین جاری کئے تھے اس پر ایک کتاب لاہور میں شائع ہوئی ہے طبقات ابن سعد میں ایسے کافی فرامین نبوی کو نقل کیا گیا ہے جن میں ایک علاقہ کے آدمی کو کسی دوسرے علاقہ میں زمین آباد کرنے' خرید کرنے وغیرہ کی بندش ہے علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ طبع لاہور ج ۵ ص ۳۴ میں حضور کریم کا ایک ایسا ہی فرمان نقل کیا ہے۔

"بحوالہ احمد وابی داؤد" بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد النبی

رسول اللہ الی المومنین ان عضاۃ وج (ارض طائف) وصیدہ لا یعضد من وجد یفعل شیئا من ذالک فانہٗ یجلد وتنزع ثیابہ وان تعدی ذالک فانہٗ یؤخذ فیبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان ھذا امر النبی محمد وفی روایہ ان صید وج وعضاھہ حرم محرم للہ۔"

یعنی تمام مومنین کو محمد رسول اللہ کا فرمان ہے کہ وج علاقے سے (باہر کا آدمی) شکار نہیں کر سکتا اور گھاس تک نہیں کاٹ سکتا۔ جو کوئی ایسا کرے گا اس کو سزا دی جائے گی۔

حضرت فاروق اعظمؓ اسی بنیاد پر باتفاق صحابہ رضوان اللہ اجمعین عراق' شام اور مصر کی زمینیں فاتحین میں تقسیم نہ کیں علامہ شبلی نعمانی نے الفاروق طبع لاہور ص ۱۵۸۔ ۱۵۹ میں فرمایا ہے۔

"حضرت عمرؓ نے ان تمام اراضیات کو جو شاہی جاگیر تھیں یا جن پر رومی افسر قابض تھے' باشندگان ملک کے حوالے کر دیا اور بجائے اس کے وہ مسلمان افسروں یا فوجی سرداروں کو عنایت کی جاتیں قاعدہ بنایا کہ مسلمان کسی حالت میں ان زمینوں پر قابض نہیں ہو سکتے۔ یعنی مالکان اراضی کو قیمت دے کر خریدنا چاہیں تو خرید بھی نہیں سکتے۔ یہ قاعدہ ایک مدت تک جاری رہا۔ چنانچہ لیث بن سعدؓ نے مصر میں کچھ زمین مول لی تھی تو بڑے بڑے پیشوایان مذہب مثلاً امام مالک' نافع بن یزید بن لھیعہ نے ان پر سخت اعتراض کیا مقریزی ص ۲۹۵۔ حضرت عمرؓ نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اہل عرب کو جو ان ممالک میں پھیل گئے تھے' زراعت کی ممانعت کر دی۔ چنانچہ فوجی افسروں کے نام احکام بھیج دیئے کہ لوگوں کے روزینے مقرر کر دیئے جائیں اس لئے کوئی زراعت کرنے نہ پائے۔ یہ حکم اس سختی سے دیا گیا کہ شریک غطفی نے مصر میں کچھ زراعت کر لی تو حضرت عمرؓ نے اس کو بلا کر سخت مواخذہ کیا اور فرمایا کہ میں تجھے ایسی سزا دوں گا کہ اور لوگوں کو عبرت ہو۔ (حسن المحاضرہ ص ۹۳)"۔

علامہ یحییٰ بن آدم نے اپنی کتاب الخراج میں متعدد سندوں سے نقل کیا ہے کہ قال عمر بن الخطاب لا تشتروا من عقار اھل الذمہ ولا من بلادھم شیا

یعنی حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا کہ اہل ذمہ سے جائیدادیں یا زمینیں خرید نہ کرو۔ یہ خطاب عربوں کو ہے۔ اہل ذمہ سے مراد عراقی' شامی اور مصری ہیں۔

امام ابو عبیدؒ نے کتاب الاموال مترجم اردو ج ا ص ۱۹۰ میں لکھا ہے کہ۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے قبل از فتح حضرت جریر بن عبداللہؓ سے وعدہ کیا تھا کہ فتح عراق کے بعد وہاں آپ کو کچھ زمین دوں گا اس طرح ہوا چند سال بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا جریرؓ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آبادی بڑھ گئی ہے۔ میری رائے کہ وہ زمین ان کو واپس کر دو۔ حضرت جریرؓ نے ایسا کیا حضرت عمرؓ نے اس پر اس کو ۸۰ دینار دیئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاسی بنیاد پر یہود کو مدینہ سے نکالا۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظمؓ نے یہود کو خیبر سے اور نصاریٰ کو نجران سے سیاسی بنیاد پر نکال دیا۔ چنانچہ علامہ شبلی نے الفاروق ص ۲۱۵ میں فرمایا ہے "غرض یہ تمام امر تاریخی شہادتوں سے قطعاً ثابت ہے کہ عیسائی اور یہودی پولیٹیکل ضرورتوں کی وجہ سے جلاوطن کر دیئے گئے تھے"۔ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۹۰ میں فرمایا کہ قال الزهري كان عمر لا ياذن لصبي احتلم في دخول المدينه
یعنی حضرت عمرؓ کسی بھی بالغ (اجنبی) کو مدینہ میں (سکونت کے لئے) داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

ان سب سیاسی مسائل کی بنیاد یہ حدیث نبویؐ ہے۔
لا ضرر و لا ضرار في الاسلام
یعنی اسلام میں انفرادی یا اجتماعی ضرر رسانی جائز نہیں ہے۔ (نہایہ ابن اثیر ج ۳ ص ۸۱)

لوگ کہتے ہیں کہ سندھی بزدل ہیں' فوج میں نہیں آتے۔ کاہل و کاسل ہیں' زمین آباد نہیں کر سکتے۔ عیاش ہیں' سفر سے ڈرتے ہیں' اس لئے دوسرے علاقے میں نوکری نہیں کرتے۔ اگر پنجاب میں اس کے برعکس صلاحیتیں ہیں تو اس میں پنجاب کا کیا قصور ہے؟۔

عزیزو! ۱۸۴۳ء تک سندھ کے پاس اپنی طاقتور فوج تھی۔ لیکن انگریزوں نے ان کی غیرت کو بھانپ لیا تھا۔ اس لئے منصوبہ بندی سے ان کو فوج سے دور رکھا۔ موجودہ فوج کی ذہنی تربیت بھی انگریز فوج نے کی تھی۔ ۱۹۵۷ء تک پاکستانی فوج ان کے کنٹرول میں تھی۔ اس لئے انگریزوں کے جانشین فوجی جنرلوں نے بھی سندھیوں سے وہی سلوک روا رکھا۔ کسی نہ کسی بہانہ سے سندھی نوجوانوں کو فوج سے دور رکھا بلکہ سوتیلی ماں والا سلوک کیا۔ سندھ میں متعین فوجیوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ سندھی فوجی صلاحیت رکھتے ہیں نہیں؟ پہلے سندھ کی زمینوں کو آباد کرنے کے لئے پانی کی سہولت نہیں تھی اور بیراج بنتے ہی زمینیں غصب کر لی گئیں اور اس کے ساتھ یہ طعنہ بھی۔ علاوہ ازیں یہ کون سا شرعی یا اخلاقی اصول ہے کہ سادہ یا کمزور آدمی کا گھر بار یا زمین چھین لی جائے۔ اس قسم کی ایک دلیل تو انگریز بہادر بھی دیا کرتے تھے کہ "ہندوستان کے لوگ جاہل اور نا اہل ہیں اس لئے ہم ان پر حکومت کرنے میں حق بجانب ہیں"۔ کیا ان کا یہ استدلال درست تھا؟ علاقے کا کم علم آدمی باہر کے اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان سے زیادہ مفید ہے' سوائے کسی خاص فن اور ہنر کے۔

سفر سے گھبرانے کی بات بھی غلط ہے۔ بھٹو دور حکومت میں سندھ کے کافی لوگ اسلام آباد میں چھوٹی موٹی نوکری کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں اسلام آباد میں سندھ کا کوٹہ نمایاں نظر آتا تھا جن کی بڑی تعداد کو ۱۹۷۷ء کے بعد نکال دیا گیا۔ سندھی سفر سے نہیں گھبراتے' پنجابی افسروں کے ناروا سلوک سے گھبراتے ہیں۔

پنجاب میں یہ تاثر ہے کہ سندھو دیش کے حامی غدار ہیں' ہندوؤں کے ایجنٹ ہیں' کیمونسٹ ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ نظریہ پاکستان کے غدار کون ہیں؟ قرارداد لاہور کی دھجیاں کس نے اڑائیں؟ قوموں سے کئے گئے عہد سے کون منحرف ہوا؟ اگر سندھ نے قرارداد لاہور کے انحراف میں پہل کی ہے

تو واقعی سندھی غدار ہیں اور اگر کسی اور نے انحراف پر انحراف کیا ہے تو غدار وہ ہوئے یا سندھی؟ سندھ آزاد ملک تھا۔ آزاد رہنے کا اس کا حق ہے۔ ایک معاہدہ کے تحت اکٹھے ہوئے تھے۔ اگر وہ معاہدہ پنجاب والوں کو راس نہیں آتا تو معاہدہ ختم بھی ہو سکتا ہے اور کافی حد تک ختم بھی ہو چکا ہے۔ یہ معاہدہ انسانوں کا آپس میں عہد ہے۔ وحی الٰہی تو نہیں۔ ہندوؤں یا کیمونسٹوں کے ایجنٹ ہونے کا طعنہ بنگالی مسلمانوں کو بھی دیا جاتا تھا۔ بلکہ یہاں تک کہا جاتا تھا کہ بنگال کے ایک کروڑ ہندو مسلمانوں کو استعمال کر کے آخر میں مشرقی پاکستان کو اپنا ہندو اسٹیٹ یا ہندوستان کا صوبہ بنانا چاہتے ہیں۔ مگر جب کسی کے تعاون سے بنگلہ دیش بن گیا تو آج تک انتخابات میں وہ ایک کروڑ ہندو نظر نہ آیا' نہ کابینہ میں' نہ حزب اقتدار میں' نہ حزب اختلاف میں۔ آخر وہ کہاں غائب ہو گئے؟ سندھ میں بھی یہی صورتحال ہے۔ اگر آزادی کا مرحلہ آیا تو حزب اقتدار یا حزب اختلاف میں مسلمان ہی مسلمان ہوں گے۔ نہ بنگلہ دیش کسی کا صوبہ بنا نہ سندھ کسی کا صوبہ بنے گا۔ یہ سب چڑانے کی باتیں ہیں۔ اس سے بڑھ کر ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تم غلام بن جاؤ گے۔ تم بھوکوں مر جاؤ گے' بنگالیوں کی طرح' تمہارا پانی پنجاب کے قبضہ میں ہے' تم کیسے جدا ہو سکتے ہو؟۔

اول تو سندھ کی کل آبادی نے علیحدگی کا باقاعدہ فیصلہ نہیں کیا ابھی تک منتظر ہیں کہ شاید پنجاب قرارداد لاہور کی روشنی میں نیا معاہدہ کر کے جدائی کی راہ تک نہیں جانے دے گا اگر پنجاب نے ایسا نہ کیا اور اس کی زیادہ توقع بھی نہیں ہے اور سندھ نے مجبوراً آزادی کا فیصلہ کیا تو معاملات طے کر کے کسی سے تعاون طلب کریں گے۔ علاوہ ازیں غلام تو ہیں ہی' جدوجہد کے ذریعے شاید غلامی سے نجات مل جائے یا غلامی میں کچھ تخفیف ہو جائے۔ ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ بنگلہ دیش اپنے نجات دہندوں کا غلام نہیں ہے۔ جہاں تک بنگلہ دیش کی طرح مفلس ہو جانے کا مسئلہ ہے تو اس کے متعلق کچھ کہنے سے بہتر ہے کہ سندھ کی برآمدی' درآمدی اشیا کی تفصیل مرتب کریں تو مسئلہ واضح ہو جائے گا تیل' گیس' کوئلہ' بجلی' کھاد' سیمنٹ' اسٹیل مل کا سامان' شکر' گندم' روئی' کپڑا اور مچھلی وغیرہ بر آمدات کی ایک لمبی فہرست ہے جبکہ درآمدی اشیا میں کچھ مشینری' کاغذ' دودھ' مکھن اور ذبح کے جانور وغیرہ آجاتے ہیں۔ بندرگاہ کی آمدن اس کے علاوہ ہے۔ اس سلسلہ میں حنیف رامے صاحب کی کتاب "پنجاب کا مقدمہ" کا ایک فقرہ نقل کرتا ہوں۔

"پنجاب بڑا ہے اس کی ضرورت بھی بڑی ہے۔ پنجاب کی نہروں کو تربیلا اور منگلا ڈیموں سے پانی ملتا ہے جو اس کی حدود سے باہر واقع ہیں' پنجاب کو بجلی سرحد اور سندھ سے پہنچتی ہے سوئی گیس بلوچستان سے آتی ہے۔ آج تو پنجاب پیاز کو رو رہا ہے۔ اگر سندھ ساتھ نہ رہا تو ہر دوسری چیز کو روئے گا۔ کیونکہ سٹیل پلانٹ سمیت ملک کی پچاسی فیصد صنعت کراچی اور اس کے آس پاس واقع ہے اور کراچی کے راستے تمام درآمدات خصوصاً لوہا اور تیل باہر سے آتا ہے"۔

بہرحال یہ طے شدہ امر ہے کہ اگر جدائی ہوئی تو ۱۹۵۵ء کے بعد جتنے حضرات بھی باہر سے آئے ہیں ان سب کو سندھ سے جانا ہو گا۔ وسائل زیادہ ہوں اور افراد مناسب تعداد میں مفلسی کی بات.

ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ دریائے سندھ واقعی پنجاب سے گزرتا ہے مگر جدائی کی صورت میں ۱۹۴۵ء کے ایگریمنٹ آسانی سے پوری طرح عمل ہو گا۔ کیونکہ پنجاب کو بھی ہماری ضرورت ہو گی بلکہ ہم سے زیادہ اس کو مصالحت کا اشتیاق ہو گا۔

۱۹۵۵ء کی حد بندی کی وجہ یہ ہے کہ سندھ میں نقل مکانی یا یلغار ۱۹۴۷ء میں بھی ہوئی تھی اور ۱۹۵۶ء کی نقل مکانی کو ہم مجبوری پر محمول کرتے ہیں اور قدیمی باشندگان سندھ اور نوواردان سندھ نے حقائق تسلیم کئے ہیں اور اپنے حقیقی مسائل سمجھے ہیں۔ پرانے سندھیوں نے کلیم میں ملی ہوئی جائیداد اور زمینوں کی بات ترک کر دی ہے۔ نئے سندھیوں نے دوسری نقل مکانی کا خیال ترک کر دیا ہے۔ دونوں نے محسوس کیا ہے کہ ۱۹۵۶ء سے لسانی ہنگاموں تک کسی تیسری قوت نے ہمیں آپس میں لڑایا۔ اس قوت نے سندھ کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لئے سندھ سے ہی کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا اور سندھ کے دونوں طبقوں کے بیچ میں خلیج پیدا کی۔ کیونکہ ہم اپنے طور پر لڑتے تو ۱۹۴۷ء میں ہی کچھ کرتے۔ جس طرح پنجاب والوں نے کسی بھی مہاجر کو سرزمین پنجاب میں اترنے ہی نہ دیا۔ لیکن ۱۹۵۶ء میں ون یونٹ کی سازش کر کے جو یلغار سندھ پر ہوئی ہے۔ اس میں قطعاً مجبوری نہیں تھی۔ خالصتاً استحصال کی نیت سے لوگ آئے اور آرہے ہیں۔ اس لئے سندھ والوں کا فیصلہ ہے کہ ۱۹۵۶ء سے پہلے جس شخص نے بھی سندھ میں مستقل سکونت اختیار کی ہے وہ مقامی ہے اور سندھی ہے۔ اس کے بعد آنے والے ہر شخص کو سندھ سے جانا پڑے گا۔ وہ پنجابی ہو یا پٹھان، کشمیری ہو یا بہاری۔ اگر سندھ کو افراد کی ضرورت ہوئی تو ہم عارضی بنیادوں پر افراد طلب کریں گے جن کو سندھ میں ملکیت خرید کرنے کا اختیار نہ ہو گا مقررہ ایام سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہ ہو گی۔ جس طرح ۱۹۴۷ء سے پہلے سندھ کے مسلمان پنجاب وغیرہ سے عارضی طور پر افراد کو لے آتے تھے۔

پانی کا معاہدہ ۱۹۴۵ء

اس معاہدہ اور اس کی خلاف ورزی کے ذکر سے پہلے دریائے سندھ کے شرعی اور قانونی حق ملکیت کا ذکر مناسب ہے۔ شرعی اور دینوی دستور ہے کہ القدیم یترک علیٰ اقدم مطلب ہے کہ قدیم زمانے سے موجود پوزیشن معتبر اور حجت ہوتی ہے دریائے سندھ کی قدیم زمانے سے نسبت سندھ سے رہی ہے۔ صرف نام سے نہیں بلکہ حق ملکیت کے اعتبار سے۔ اس لئے تو مطلق العنان بننے سے پہلے پنجاب نے بار بار دریائے سندھ کے پانی استعمال کرنے کی عرضداشتیں دی ہیں۔ شریعت کا دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ دریاؤں کی ملکیت قہر اَلّس (قبضہ اور کنٹرول) سے ہوتی ہے۔ جس نے پہلے قبضہ کیا وہی اس کا مالک ہے۔ ہدایہ کی کتاب الشرب میں قہر (غلبہ) کو پانی کی ملک خاص کی علت قرار دیا گیا ہے۔ دریائے سندھ پر سب سے پہلے ۱۹۳۵ء میں سکھر بیراج بنا اور ۱۹۴۱ء میں کوٹری بیراج اور گدو بیراج کا منصوبہ تیار کیا گیا۔ اگرچہ تکمیل کوٹری بیراج کی ۱۹۵۵ء میں اور گدو بیراج کی ۱۹۶۲ء میں ہوئی۔ اس سے پہلے سندھ پر نہ کوئی بیراج بنا تھا اور نہ کسی بیراج کا منصوبہ تھا قبضہ کے لحاظ سے بھی دریائے سندھ پر اول حق سندھ کا ہے۔

متحدہ پنجاب کو اس کے پانچ دریا چناب، جہلم، راوی، ستلج، بیاس سیراب کرتے تھے۔ اس

کے باوجود ۱۸۷۱ء میں پنجاب نے تھل (کالاباغ) کے قریب سے دریائے سندھ کا پانی استعمال کرنے کی درخواست دی لیکن وائسرائے نے اجازت نہ دی۔ ستمبر ۱۹۱۹ء میں پنجاب گورنمنٹ نے دوبارہ تھل پراجیکٹ منظور کرنے کی درخواست دی لیکن وائسرائے لارڈ جیمس فورڈ نے یہ استدعا بھی رد کر دی۔ سہ بارہ ۱۹۲۵ء میں لارڈ ریڈنگ نے پنجاب کی عرضداشت کو نہایت اہم دلائل سے رد کیا اور صاف لکھا کہ دریائے سندھ 'سندھ کی ملکیت ہے۔ ۱۹۳۶ء میں سندھ بمبئی سے الگ ہو کر جدا صوبہ بن گیا۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۱ء کو گورنر جنرل نے پانی کے مسئلہ پر کلکتہ ہائیکورٹ کے جج بی این رائے کی سربراہی میں ایک کمیشن قائم کیا۔ صوبہ سندھ کے چیف انجینئر اور صوبہ پنجاب کے چیف انجینئر اس کمیشن کے ممبر تھے۔

۲۸ ستمبر ۱۹۴۵ء کو کمیشن نے ایک سمجھوتہ طے کیا جس پر چیئرمین کے ساتھ دونوں ممبران نے بھی دستخط کئے۔ اس معاہدہ کو "۱۹۴۵ء سندھ پنجاب ایگریمنٹ" کہا جاتا ہے سمجھوتہ کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

"دریائے سندھ کے پانی پر پہلا حق سندھ کا ہے سندھ کے تینوں بیراجوں (اس وقت ایک بیراج مکمل ہو چکا تھا اور دو کا منصوبہ بن چکا تھا) کی ضرورت سے پانی زیادہ ہو تو اس کو پنجاب استعمال کر سکتا ہے لیکن اس کے عوض سندھ کو رقم ادا کرے گا۔ پنجاب اپنے پانچ دریاؤں میں سے کسی پر بھی کوئی بھی آبپاشی کا پروگرام بنائے تو اس کے لئے سندھ گورنمنٹ سے منظوری حاصل کرے۔ کیونکہ ان دریاؤں کے پروگرام سے بھی سندھ متاثر ہو گا"۔

پنجاب کے ایک دانشور صاحب نے لکھا ہے۔ "سندھ کے اہلکار ۱۹۷۲ء کے ہنگامی اور عارضی تصفیہ کے علاوہ ۱۹۴۵ء کے ایک معاہدہ کا بھی اکثر و بیشتر ذکر کرتے ہیں حالانکہ ۱۹۴۵ء میں کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سال مرکزی حکومت نے پانی کی تقسیم کے سلسلے میں ایک مسودہ تیار کیا تھا جو کبھی منظور نہیں ہو پایا تھا۔ کیونکہ حکومت پنجاب نے اسے منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا اس ڈرافٹ کو معاہدہ کہنا سراسر زیادتی ہے۔ اس کی کوئی قانونی یا انتظامی حیثیت نہیں"۔

حقیقت یہ ہے کہ پانی کی تقسیم کا یہ معاہدہ دونوں حکومتوں نے منظور کر لیا تھا۔ اس معاہدے کے دو حصے ہیں۔ (۱) پانی کی تقسیم (۲) پانی کے عوض رقم جو کہ پنجاب پر واجب الادا ہو گی۔

پہلا حصہ طے ہو چکا تھا البتہ دوسرے حصے یعنی ہرجانہ کی رقم کے تعین کا فیصلہ کرنا باقی تھا کہ پاکستان بن گیا اور پنجاب سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا۔ لیکن معاہدہ کے فقرہ ۱۵ اور ۱۸ میں صاف لکھا ہوا ہے کہ "اگر رقم کے معاملہ پر اتفاق نہ ہو سکے تو بھی پانی کی یہ تقسیم قطعی اور ہم دونوں صوبوں کو منظور ہے 'البتہ رقم کے معاملے میں کسی کو ثالث بنایا جائے گا"۔

رائے کمیشن نے پنجاب پر دو کروڑ روپیہ پانی کے عوض مقرر کیا تھا۔ خود پنجاب تین کروڑ دینے کو تیار تھا اور سندھ کا مطالبہ چار کروڑ کا تھا۔

یہ دانشور صاحب فرماتے ہیں کہ "۱۹۴۵ء معاہدہ نام کی کوئی چیز نہیں تھی" حالانکہ پاکستان بننے کے بعد پنجاب نے اپنے ایک دریا پر سندھ گورنمنٹ سے پوچھے بغیر بی ایس لنک نکالی تو مسٹر محمد ہاشم گزدر نے دستور ساز اسمبلی کو "۱۹۴۵ء سندھ پنجاب ایگریمنٹ" کی طرف متوجہ کرتے ہوئے

سخت اعتراض کیا۔ جواباً سنٹرل گورنمنٹ نے سندھ گورنمنٹ کو (بنام مسٹر فاروقی چیف سیکرٹری) ڈی او لیٹر نمبر ۵۳ (۶۷) ۱۹۔ پی مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۵۳ء لکھ کر معافی طلب کی اور لکھا کہ آئندہ اس ایگریمنٹ کا خیال رکھا جائے گا اور سندھ گورنمنٹ سے منظوری حاصل کی جائے گی۔ اس معاہدہ کے منظور کرنے سے کافی عرصہ بعد پنجاب نے اس معاہدہ سے منحرف ہونا شروع کیا اور سندھ سے پوچھے بغیر دولتانہ صاحب اور سردار شوکت حیات نے پنجاب کے تین دریاؤں پر ہندوستان کا کامل حق تسلیم کیا۔ یہ "معاہدہ ۱۹۴۵ء" کی صریح خلاف ورزی تھی۔ انڈیا کے ساتھ مذاکرات میں سندھ گورنمنٹ حائل ہو رہی تھی۔ اس لئے ون یونٹ بنا کر سندھ گورنمنٹ کا وجود ہی ختم کر دیا گیا۔ (یہ بھی ون یونٹ کے محرکات میں سے ایک ہے) انڈیا کو تین دریا بیچ دینے میں پنجاب کا نقصان نہیں ہوا کیونکہ پنجاب کے انقسام سے پانی بھی انقسام ہو گیا لیکن اس کا اثر سندھ پر پڑا کہ دریائے سندھ کے تین معاون دریا منقطع ہو گئے۔ مزید زیادتی یہ کی گئی کہ سندھ دریا پر تربیلا ڈیم کا منصوبہ اور فروخت شدہ دریاؤں کو سندھ دریا سے بہانے کے لئے دو لنک کینال چشمہ لنک کینال اور تونسہ لنک کینال بھی سندھ تاس معاہدہ میں شامل کر دیئے گئے اور سندھ والوں سے پوچھا تک نہ گیا۔ معاہدہ ۱۹۴۵ء کی صریح خلاف ورزی اور سراسر ناانصافی کے باوجود دانش ور صاحب فرماتے ہیں کہ گدو، سکھر اور کوٹری بیراجوں کو پانی دینے سے راوی، ستلج اور بیاس کو دریائے سندھ سے پانی مہیا کرنا مقدم ہے اور یہ کہ ان لنک کینالوں کے اجرا کا تقسیم آب سے کوئی تعلق نہیں۔ شوق سے اپنے دریا بیچ کر دوسروں سے پانی چھیننے کا فلسفہ کم از کم ہم جیسے کم علم لوگوں کے فہم سے بالا ہے۔

پنجاب کے مولوی حضرات فرماتے ہیں کہ پانی جہاں سے آرہا ہو پہلے وہاں کا حق بنتا ہے۔ وہ لوگ اپنی حاجت پوری کریں تب نیچے والوں کا حق بنتا ہے۔ اس کے لئے یہ حضرات، حضرت زبیرؓ اور اعرابی کے نزاع الماء میں حضورؐ کے فیصلے کا حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ پانی کی تین قسمیں ہیں (۱) پانی اوپر والے کی ملکیت ہو نیچے صرف فاضل پانی کی نکاسی ہوتی ہو حضورؐ نے جس قضیہ میں فیصلہ فرمایا وہ اسی قسم کا تھا۔

(۲) پانی نیچے والے کی ملکیت ہو اوپر سے صرف اس کی گزر گاہ ہو۔ ایسا قضیہ حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے پیش ہوا۔ جلیل القدر صحابی حضرت محمد بن مسلمہؓ کی زمین سے ایک شخص کا برساتی نالہ گزرتا تھا۔ اس پر حضرت محمد بن مسلمہ مانع ہوئے۔ تو حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا لو لم اجد له ممرا الا علی بطنک لامرته

یعنی اگر اس نالے کا گزر تیرے پیٹ پر سے ہوتا تو وہاں سے بھی اس کے گزرنے کا حکم دیتا
(کتاب الخراج لیحییٰ ابن آدم ص ۱۳۳)

(۳) مشترک نہر جس پر اوپر اور نیچے والوں کا ایک جیسا استحقاق ہو۔ ایسی نہر کے متعلق حضرت امام عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ صحیح سند سے ثابت ہے اور آئمہ کا اس پر اجماع ہے۔ "اهل الاسفل من الشرب امراء علی اعلاه حتی یروو ا
(کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۰۲)

یعنی نیچے والے اوپر والوں پر حاکم ہیں جب تک وہ پوری طرح سیراب نہ ہوں اور اوپر والے اس کو استعمال نہ کریں تنقیح فتاویٰ حامدیہ جلد ۲ ص ۲۳۵ میں علامہ شامیؒ نے فرمایا ہے۔

" منع اهالی الاعلی من السکر فی باطن النهر المشترك حتّٰی یسقی اهالی الاسفل اراضیهم فانهٗ یبدا بهم حتّٰی یروا کما صرح بذٰلك جمیع ائمة المذاهب فی الکتب المعتبره لقول ابن مسعود رضؓ اهل اسفل النهر اُمراء علی اهل الاعلی حتّٰی یروا "

مندرجہ بالا شرعی دلائل سے ثابت ہوا کہ دریائے سندھ ' سندھ کی ملکیت ہے۔ ان سے پوچھے بغیر کوئی اس میں دخل نہیں دے سکتا' چاہے پانی ان کی ضرورت سے زائد ہی کیوں نہ ہو۔ اگر بالفرض مشترک نہیں بھی ہوتی تو بھی سندھ والوں کی ضروت پوری ہونے سے پہلے اوپر والوں میں سے کوئی بھی اس کو روک نہیں سکتا۔

پنجاب شرعی 'اخلاقی اور قانونی تقاضوں کو پس پشت ڈال کر اب تو کالاباغ ڈیم کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ اگر اس پر عمل شروع کیا گیا تو سندھ کے معتدل اور متحمل مزاج بھی آسانی سے انتہاپسند ہو جائیں گے۔ ڈیم کی یہ منصوبہ بندی سندھی قوم کے متحد کرنے کا موثر ذریعہ بنے گی اور اب پنجاب کی اس حرکت کو سندھ والے اپنی اجتماعی موت سے تعبیر کر رہے ہیں۔ اور ایسا سمجھنے میں غلط بھی نہیں ہیں۔ سندھ والے اپنی اجتماعی موت سے بچنے کے لئے کسی بھی اقدام سے نہیں ہچکچائیں گے۔ لازماً مشرق یا شمال سے مدد کے طالب ہوں گے۔ مظالم کے طویل سلسلہ کی وجہ سے ذہن تو پہلے ہی بن چکا ہے۔ مگر چالیس سالہ رفاقت اور دینی اخوت کی وجہ سے معتدل مزاج حضرات کچھ تذبذب میں ہیں۔ کالاباغ ڈیم اور سندھ کی کثیر گنجان آبادیوں میں فوجی چھاؤنیوں کی تعمیر سے تذبذب از خود ختم ہو جائے گا۔

پنجاب کے سنجیدہ حضرات فرماتے ہیں۔ پوری پنجابی قوم تو ظالم نہیں۔ پنجاب میں بھی کافی لوگ مظلوم ہیں آپ پوری پنجابی قوم کو مورد الزام کیوں ٹھہراتے ہیں۔

عزیزو! ظلم دو قسم کا ہے۔ ایک ظلم تو دنیا کے ہر خطہ میں موجود ہے۔ سوائے کیمونسٹ ممالک کے یعنی سرمایہ دار اور زمیندار کا ظلم مزدور اور کسان وغیرہ پر اس قسم کا ظلم سندھ میں بھی ہے اور یقیناً پنجاب میں بھی ہو گا۔ دوسرا ظلم صرف ہم پر ہو رہا ہے۔ اس قسم کا ظلم پنجاب میں دیکھا تک نہیں 'یعنی دوسرے علاقے کے لوگ حملہ آور ہو کر زمینوں' کارخانوں ' تجارت ' ملازمت اور تمام کلیدی عہدوں پر قابض ہو جائیں " سندھ والے اپنے گھر میں اجنبی اور لاچار ہو جائیں 'ہم اس ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں 'جب کسی قوم کا بڑا حصہ سامراج بن جائے۔ ظلم پر ظلم کرتا رہے۔ قوم کے باقی افراد اس پر خوش یا خاموش ہوں تو الزام پوری قوم پر آئے گا۔ ستر قراء کے قتل کی وجہ سے حضورؐ چالیس دن

تک قاتلوں کی قوم پر بد دعا کرتے رہے۔ پوری قوم نے تو قتل نہیں کیا تھا۔ البتہ اس پر خوش یا خاموش ضرور تھی۔ انگریز قوم کو ظالم کہا جاتا تھا، پوری قوم انگریز سے نفرت کا اظہار کیا جاتا تھا۔ حالانکہ ہندوستان پر غاصب پوری قوم انگریز تو نہیں تھی۔ پنجاب کے ایک حضرت نے مقدمتہ الا غلاطات میں مندرجہ ذیل عبارت میں آخری فقرہ درست لکھا ہے کہ! پنجاب کے نام پر غیر نمائندہ حکومتوں اور اداروں نے سارے صوبوں کے عوام کا استحصال کیا ہے۔ اس میں پنجاب کے عوام بھی شامل ہیں، پنجاب کے عوام بدنام ہیں۔ اس بدنامی کا اگر کوئی جواز ہے تو یہ کہ بدی کو روکنے کی کوشش نہ کرنا بدی میں شامل ہے"۔

پنجابی عوام نے ون یونٹ کی مخالفت نہیں کی سندھ طاس معاہدہ کے خلاف خاموش رہے۔ سندھ کی شاداب و آباد گنجان آبادی میں فوجی چھاؤنیوں کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ کالاباغ ڈیم کی حرکت پر صدائے احتجاج بلند نہیں کی سندھ کو پنجاب کی کالونی بنادیا گیا ہے۔ اس پر پنجابیوں کی مہر لب نہیں ٹوٹی۔ سندھیوں پر فوجی مظالم کو دیکھ کر بھی پنجاب والوں کی آنکھوں میں آنسو نہیں آئے۔ ایسی صورت حال میں ہم کیسے پوری پنجابی قوم کو مورد الزام نہ ٹھہرائیں'

اب کیا ہو؟

موجودہ سنگین صورت حال کا مداوا ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ اس کا تدارک صرف پنجاب ہی کر سکتا ہے۔ البتہ ہم اس باب میں ان کو مشورہ دے سکتے ہیں'

۱..... قرارداد پاکستان مکمل طور پر ۱۹۵۶ء میں ختم ہو گئی۔ ۱۹۷۱ء میں پاکستان کے بڑے یونٹ کے الگ ہو جانے سے باقی یونٹوں کو بھی نکل جانے کا جواز مل گیا تھا مگر بھٹو مرحوم نے باقی صوبوں کو ایک نئے میثاق (آئین ۱۹۷۳ء۔) میں جکڑ لیا۔ ۱۹۷۷ء میں وہ میثاق بھی ختم ہو گیا۔ اب ہم بغیر کسی میثاق کے بندوق کے زور پر یکجا جمع ہیں۔ اب چاہیے کہ چاروں صوبوں کے حقیقی نمائندے اکھٹے بیٹھ کر نیا عہد نامہ تیار کریں اور ملک کی از سر نو تشکیل کریں۔

۲..... سندھ رجمنٹ کے تمام افسر اور جوان خالص سندھی نوجوان بھرتی کئے جائیں

۳..... ۱۹۴۵ء کے سندھ پنجاب ایگریمنٹ پر پوری طرح عمل کیا جائے

۴..... ۱۹۵۵ء کے بعد آئے ہوئے تمام غیر سندھی ملازم اور غیر ملازم واپس کئے جائیں اور اس عرصہ میں غیر سندھیوں کے لئے گئی زمینوں وغیرہ کی الاٹمنٹ تمام کی تمام منسوخ کی جائیں

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

محاضراتِ قرآنی
رپورتاژ (۱)

مقبول الرحیم مفتی

نفاذِ شریعت اور علماءِ کرام

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی تاسیس کے ٹھیک ایک برس بعد دسمبر ۱۹۷۳ء میں انجمن کے زیر اہتمام جناح ہال لاہور میں پہلی سالانہ قرآن کانفرنس منعقد ہوئی۔ نومبر، دسمبر ۱۹۷۳ء کے میثاق کے مشترکہ شمارے میں "عرض احوال" کے عنوان کے تحت انجمن کے صدر موسس جناب ڈاکٹر اسرار احمد نے کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کرتے ہوئے توقع ظاہر کی تھی کہ۔

"یہ کانفرنس انشاء اللہ اس دعوت رجوع الی القرآن کا ایک اہم سنگ میل ثابت ہو گی جس کا بیڑا انجمن خدام القرآن نے اٹھایا ہے اور پھر خدا نے چاہا تو سالانہ قرآن کانفرنس کا یہ سلسلہ نہ صرف یہ کہ لاہور کی سماجی و ثقافتی زندگی کا ایک مستقل نشان بن جائے گا۔ بلکہ انشاء اللہ العزیز ملک بھر کی جملہ دینی سرگرمیوں کے جامع عنوان کی حیثیت اختیار کر لے گا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

اور پھر "میثاق" جنوری ۷۴ء کے مشترکہ شمارے میں موصوف نے کانفرنس کی کامیابی کا اظہار "تذکرہ و تبصرہ" میں جن الفاظ سے کیا تھا وہ بھی اس قابل ہیں کہ یہاں درج کیے جائیں تاکہ قارئین کو اندازہ ہو کہ وہ ابتداء کیا تھی جس کی یہ انتہا ہے۔

" دسمبر ۱۹۷۳ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام پہلی سالانہ قرآن کانفرنس کا انعقاد بہت سے لوگوں کے لئے ایک نہایت خوش آئند تحیر کا موجب بنا اور اس نے انجمن کا تعارف نہ صرف لاہور کے کونے کونے بلکہ ملک کے دور دراز گوشوں تک پہنچادیا!

..........جن حضرات کو اس کانفرنس میں شرکت کا موقع ملا وہ گواہی دیں گے کہ بحمد اللہ یہ کانفرنس راقم کی توقعات سے کہیں بڑھ کر کامیاب ہوئی اور اسے حاضرین کی تعداد، شرکاء کے ذوق و شوق، اجتماعات کے نظم و ضبط اور مقالوں اور تقریروں کے معیار کے علاوہ حاضرین کے جوش و خروش، کارکنوں کی مستعدی اور حسن انتظام یہاں تک کہ اجتماع گاہ کی تزئین و آرائش غرض ہر اعتبار سے معیاری ہی نہیں مثالی قرار دیا جا سکتا ہے"۔

۱۹۷۳ء سے اب تک اللہ کے فضل سے انجمن کے زیر اہتمام "قرآن کانفرنس" کے نام سے یہ سالانہ اجلاس جنہیں بعد ازاں "محاضرات قرآنی" کا نام دے دیا گیا باقاعدگی سے منعقد ہو رہے

ہیں۔ ان کے انعقاد کاایک بڑامقصد یہ ہے کہ تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام اور جدید تعلیم یافتہ اہل علم حضرات کو اکٹھے بیٹھ کر ایک دوسرے کے خیالات سننے اور سمجھنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ تا کہ بعد اور دوری کی وہ دیواریں جو دیندار حلقوں کے درمیان اور پھر دیندار حلقوں اور جدید تعلیم یافتہ اہل علم کے درمیان قائم چلی آرہی ہیں انہیں ہٹانے میں مدد ملے۔ انجمن کے بانی صدر ڈاکٹر اسرار احمد نے کانفرنس کے پہلے سال جن امیدوں، آرزوؤں اور توقعات کا اظہار کیا تھاوہ کس حد تک پوری ہوئیں اس کا فیصلہ تو اہل لاہور خود ہی کر سکتے ہیں البتہ راقم الحروف کے نزدیک اتحاد و اتفاق یا کم از کم ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو برداشت کرنے کے حوالے سے ہی سہی ـــــــــــــــــــــــ

سترہ برس کی ان کوششوں کے نتیجے میں صرف یہی ہوا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی دعوت پر مختلف مسالک اور مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے معتدل مزاج علماء کرام سال میں ایک بار ایک سٹیج پر بیٹھ کر ایک دوسرے کو سن لیتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے مکتبہ فکر کے احباب بھی بہرحال موجود ہیں جو اعتدال پسندی کے تمام تر دعوؤں کے باوجود اور بار بار وعدہ کرنے کے بعد بھی اتفاقاً یا ارادتاً محاضرات میں تشریف نہیں لاسکے۔ درحقیقت ہمارے ہاں گروہ بندی اور جماعتی عصبیت کی بنیادیں اتنی گہری اور مضبوط ہیں کہ سترہ سال تک ایک مثال کے موجود ہوتے ہوئے آج تک کسی صاحب علم اور صاحب دل ہستی کو یہ ہمت نہیں ہوئی کہ وہ اس نہج پر اتحاد و اتفاق کے حصول کی اس تحریک کو اپنے طور پر آگے بڑھانے کی کوشش کرے۔

راقم الحروف کو گزشتہ برس اور اس سال محاضرات کی روداد بغور سننے کا اتفاق ہوا تو اس کے نتیجے میں یہ تاثر اور گہرا ہو گیا کہ ہمارے جدید اور قدیم تعلیم یافتہ حضرات ایک دوسرے کے قریب آنے اور ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے کے بارے میں قطعاً سنجیدہ نہیں ہیں۔ مزید یہ کہ جملہ دینی مکاتب فکر کے اکابرین اور جدید تعلیم یافتہ اہل علم حضرات کی عظیم اکثریت اپنے اپنے ماحول، تربیت اور نظریات کے حصار میں بری طرح مقید ہے اور ایک دوسرے کے بارے میں شدید ذہنی تحفظات کا شکار ہے۔ ایسی صورتحال میں زندگی کے کسی بھی شعبے میں قومی سطح پر اتحاد و اتفاق کی خواہش بظاہر ایک نیک تمنا کی حیثیت ہی رکھتی ہے جبکہ جمود و سکون اور بے حسی کی اس کیفیت کو بدلنے کے لئے تو بقول حضرت اقبال کسی تلاطم خیز طوفان کی ضرورت ہے۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے!!
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

اور انجمن کے ان سالانہ محاضرات کے اثرات کی مثال تو بالکل کسی بڑے اور پرسکون تالاب میں پھینکی گئی کنکری کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ان دائروں کی سی ہے جو چند ثانیوں کے بعد غائب ہو جاتے ہیں اور سکون کی مستقل کیفیت برقرار رہتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس سلسلے میں مایوسی میں مبتلا ہونے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ جمود اور بے حسی کی موجودہ کیفیت صدیوں کے تہذیبی عمل کا نتیجہ ہے۔ اس لئے اس کے خلاف ایک طویل مدت تک نتائج سے بے پرواہ ہو کر صبر اور استقلال سے نبرد آزما ہونے کی ضرورت ہے۔ اور عین ممکن ہے کہ ابتداً ہمیں ہماری کوششیں نتائج کے اعتبار سے کمتر یا بے سود محسوس ہوں لیکن ایک وقت آنے پر انشاء اللہ ان کے نتائج و اثرات معاشرے پر مرتب

ہوتے ہوئے نظر بھی آئیں گے۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

اس سال اگرچہ عملاً محاضرات منعقد کرنے کا فیصلہ انتہائی تاخیر سے یعنی مارچ کے بھی دوسرے عشرے میں کیا گیا لیکن اللہ کی تائید و نصرت سے اتنی مختصر تیاری کے باوجود تین دن کا پروگرام مقررین اور سامعین دونوں کی شرکت کے اعتبار سے کامیاب اور بھرپور رہا۔

یکم اپریل کو محاضرات کے پہلے دن مذاکرے کا عنوان "پاکستان میں نفاذ شریعت اور اس کے مسائل" تھا۔ نشست کی صدارت متحدہ شریعت محاذ کے سینئر نائب صدر، بریلوی مکتب فکر کے معروف عالم دین اور اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن مولانا مفتی محمد حسین نعیمی نے فرمائی۔ مذاکرے کا آغاز ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے سورہ مائدہ کے چھٹے رکوع کی تلاوت سے کیا۔ اور کہا کہ ان مذاکرات میں رسمی انداز سے محض تبرک کے طور پر قرآن حکیم کی تلاوت کی بجائے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں ہر روز کچھ منتخب آیات کا مفہوم آپ حضرات کے سامنے پیش کروں تاکہ قرآن کے ساتھ ہمارے تعلق میں اضافہ ہو۔ سورہ مائدہ کا چھٹا رکوع جو بلاشبہ نفاذ شریعت کا عنوان ہے اور قرآن پر ایمان رکھنے کے باوجود اس کے احکام کو نافذ نہ کرنے والوں کے لئے ایک زبردست تنبیہ کا مضمون اپنے اندر رکھتا ہے، اس کے تناظر میں گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے وضاحت کی کہ آج کے مذاکرے کا عنوان "شریعت بل" نہیں ہے بلکہ "حکم بما انزل اللہ" یعنی اللہ کی بھیجی ہوئی ہدائت اور شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔ شریعت بل تو نفاذ شریعت کی کوششوں کی ایک ظاہری صورت ہے اور درحقیقت وہی آج کل مختلف مذہبی مسالک کے درمیان وجہ نزاع ہے۔ گزشتہ دنوں "جنگ" فورم میں گفتگو کے دوران بھی یہ بات نکھر کر سامنے آئی تھی کہ شریعت کے نافذ کرنے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف اس بل کی دفعات اور کچھ الفاظ کو آگے پیچھے کرنے میں ہے۔ آزادی سے قبل اگرچہ انگریز کا اقتدار بھی ہمارے قومی جرائم کی سزا کے طور پر ہم پر مسلط ہوا تھا لیکن غلامی کا عذر بہرحال ہمارے پاس موجود تھا مگر اب آزادی کے چالیس سال گزرنے کے بعد تو نفاذ شریعت کا کام ہماری قومی ذمہ داری بن چکا ہے۔ جو لوگ حکومت میں ہیں اور جو حکومت سے باہر ہیں بحیثیت مسلمان سب کا فرض ہے کہ وہ دین کو نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کریں گے تو "قانونی ایمان" سے قطع نظر خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والوں کے بارے میں قرآن سے تین حکم ثابت ہیں ایک یہ کہ وہ کافر ہیں دوسرے یہ کہ وہ ظالم ہیں تیسرے یہ کہ وہ فاسق ہیں۔ توحید فی الحکم توحید کا اہم ترین شعبہ ہے۔ حاکمیت مطلقہ صرف اللہ کی ذات کے لئے مختص ہے۔ بقول اقبال

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری!!!!

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی ان کے رسول ہونے کی حیثیت سے اللہ کے اذن سے کی

جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ
(سورہ النساء آیت ۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ اللہ کے حکم سے اسکی تابعداری کی جائے۔

نفاذ شریعت کا اور شریعت بل کا بھی یہی مقصد ہے کہ اس ملک میں اللہ کا حکم اور اس کا عطا کیا ہوا قانون بالفعل بالاتر تسلیم کر لیا جائے۔ چونکہ یہ ہماری مجموعی ذمہ داری ہے اس لئے آج کی نشست میں' میں نے شریعت بل کی حمائت یا مخالفت کو معیار نہیں بنایا اور ان معزز و محترم ہستیوں کو بھی دعوت دی ہے جو شریعت بل سے اختلاف رکھتی ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا مقالہ جمعیت علمائے اسلام (مولانا فضل الرحمٰن گروپ) کے امیر مولانا حامد میاں مدظلہ العالی کا تھا۔ مولانا حامد میاں چونکہ اپنے اوپر خود عائد کردہ پابندی کی وجہ سے کسی تقریب میں شریک نہیں ہوتے اس لئے ان کا مقالہ ان کے صاحبزادے مولانا رشید میاں نے پڑھ کر سنایا۔ مولانا کا یہ مقالہ انشاءاللہ "میثاق" کی کسی قریبی اشاعت میں من و عن شائع کیا جائے گا۔ سردست اس کا خلاصہ اہم نکات کی صورت میں نذر قارئین ہے۔

(۱) ...... جس شخص نے اسلامی نظام کے نام پر حکومت سنبھالی اور اسلام کے نام پر ریفرنڈم کروایا وہ بیک جنبش قلم اسلام کو نافذ کر سکتا تھا۔ اب اس نے عوام کی توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کے لئے ساری ذمہ داری اسمبلی پر ڈال دی ہے۔

(۲) ...... ہمارے فوجی حکمران اور ان کی قائم کردہ بے اختیار اسمبلیاں اس لئے اسلام نافذ نہیں کرنا چاہتیں کہ اسلام کا نظام ان کی مطلق العنانی کو قائم نہیں رہنے دے گا۔

(۳) ...... اسلام نافذ کرنے کا سیدھا راستہ یہ ہے کہ حکومت اپنے اس مسلک کا اعلان کرے کہ مملکت کا قانون فقہ حنفی پر مبنی ہو گا۔

(۴) ...... غیر مقلد اور فقہ جعفریہ کے پیرو کاروں کے لئے ان کی اکثریت والی بستیوں میں ان کے مسلک کے قاضی اور مفتی تعینات کر دیئے جائیں۔

(۵) ...... فقہ حنفی میں دور جدید کے تمام معاملات و مسائل حل کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے کیونکہ یہ اس صدی کے اوائل تک خلافت عثمانیہ کے طول و عرض میں قانون کے طور پر رائج رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں جنرل نمیری نے سوڈان میں شرعی قوانین کے نفاذ کا اعلان کیا تو انہوں نے فقہ حنفی پر مبنی قوانین نافذ کئے حالانکہ وہاں اکثریت فقہ مالکی کے ماننے والوں کی ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں کے مالکی علماء و قضاۃ بھی حنفی فقہ کے مطابق فیصلے کرنے کے عادی تھے اس لئے انہوں نے فقہ حنفی ہی کو ترجیح دی۔

(۶) ...... ہندوستان کے حنفی علماء جدید دور کے مسائل پر بحث و گفتگو کر کے ہر معاملے پر اپنی رائے قائم کرتے رہتے ہیں اس لئے اختلاف پیدا نہیں ہوتا اور جدید عہد کے مسائل بھی حل ہوتے چلے

آرہے ہیں۔ یہ بات الگ ہے ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس سے واقف نہیں۔
(۷) ...... قدیم دور سے اسلامی حکومتوں میں یہ اصول چلا آرہا ہے کہ قاضی اپنے مسلک کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ فریقین مقدمہ کے مسلک یا مسالک کا پابند نہ ہو گا۔ ہم آج بھی اس اصول کو اختیار کر سکتے ہیں۔
(۸) ...... اسلام کا نظام تدریجاً نافذ نہیں ہو سکتا۔ انگریز کے بنائے ہوئے مجموعہ تعزیرات ہند اور قانون شریعت کا ایک ساتھ چلنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اسلامی شریعت کی روح فوری انصاف فراہم کر کے معاشرے کو جرم سے پاک کرنا ہے جبکہ انگریزی قانون کا مقصد غلام قوم کو آپس کے جھگڑوں میں پھنسائے رکھنا ہے۔
(۹) ...... فقہ حنفی کا مدون شدہ قانون ترجمہ کر کے موجودہ عدلیہ کے حوالے کر دیا جائے تو وہ اس پر اسی طرح عمل کر سکتی ہے جیسے انگریزی قانون پر عمل کر رہی ہے۔ کرسیوں اور ملازمتوں کے حوالے سے علماء کرام قطعاً کسی کے حریف نہیں۔
(۱۰) ...... ہمارا ملک صوبائی عصبیت کی لپیٹ میں ہے۔ اسلام کا نام لینا اور اس پر عمل نہ کرنا ایک بے کشش فریب ہے۔ صوبوں کے احساس محرومی کا علاج اسلامی اصول اقتصادیات اور دیگر قوانین اسلام پر عمل کر کے ہی کیا جا سکتا ہے۔
(۱۱) ...... ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقے کی اکثریت اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے غیر اسلامی نظریات سے متاثر ہے۔ اگر انہیں سمجھایا جائے تو مخلص لوگ بات سمجھ جاتے ہیں اور اصلاح قبول کرتے ہیں۔

مولانا حامد میاں نے اپنے مقالے میں در حقیقت اپنے اسی جماعتی موقف کا اظہار کیا ہے جس کا اعلان چھ مارچ کو آئین شریعت کانفرنس میں مولانا فضل الرحمٰن کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت ورہنمائی میں قائم ہونے والی جمعیت علمائے اسلام کے موجودہ شکل اختیار کرنے تک علمائے دیو بند میں خواہ کتنے ہی اختلافات رہے ہوں اور انکی تنظیموں نے شکست و ریخت اور تقسیم وانتشار کی کتنی ہی اذیتیں برداشت کی ہوں، ان کے کسی گروہ نے آج تک وہ موقف کبھی اختیار نہیں کیا جو سیاسی وجوہ کی بنا پر نفاذ شریعت کے مطالبے کے جواب میں جمعیت علمائے اسلام (مولانا فضل الرحمٰن گروپ) نے اختیار کیا ہے۔
پاکستان میں جب کبھی بھی اللہ کے دین کا نفاذ ہو گا یہاں بسنے والے مسلمانوں کی عظیم اکثریت کے فقہی مسلک کو نظر انداز کرنا کسی کے بس میں نہیں ہو گا۔ ایک ایسی اٹل حقیقت کو وجہ نزاع بنا کر علماء کے اتحاد کو متاثر کرنا کسی طور بھی مستحسن نظر نہیں آتا۔

اس نشست کے دو مقررین یعنی مولانا شاہ بدیع الدین راشدی اور مولانا عبدالرحمٰن مدنی کا تعلق اہل حدیث مسلک سے تھا اس لئے نتیجتاً گفتگو کا رخ بالکل بدل گیا اور بجائے اس کے کہ نفاذ شریعت کے مسئلے پر بحث ہو خود نفس شریعت پر بحث شروع ہو گئی مولانا عبدالرحمٰن مدنی مدیر ہفت روزہ محدث کی تقریر بھی اسی نقطے پر مرکوز رہی کہ فقہی اختلافات کا حل کیسے ممکن ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ نفاذ شریعت کے مخالف طبقوں کے ہاتھ میں سب سے بڑا ہتھیار ہی ہمارے فقہی اختلافات ہیں۔

اس موقع پر اقلیت و اکثریت کے فقہ کی بات کر کے ہم ان کی سازشوں کو کامیاب کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ قرآن و سنت ساری امت کی مشترک متاع ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر شریعت کو نافذ کیا جا سکتا ہے۔ قرآن و سنت کے مقابلے میں کسی خاص فقہ کا نام لینے کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کی فقہ قرآن و سنت سے بالاتر یا اس سے باہر کی کوئی چیز ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام فقہیں قرآن و سنت سے ہی ماخوذ ہیں اور ہمارا مشترک سرمایہ ہیں۔ جب قرآن و سنت کے نفاذ کا مرحلہ آئے گا تو ہم انہی سے رہنمائی حاصل کریں گے۔ ملک کے موجودہ قوانین کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا عبدالرحمٰن مدنی نے یہ دلیل پیش کی کہ چونکہ ہمارے ملک میں کسی فرقے کی بنیاد پر الیکشن میں حصہ لینا ممنوع ہے اور اعلیٰ حکومتی عہدوں یعنی صدر وزیر اعظم اور وزراء اعلیٰ کی تقرریوں کے سلسلے میں بھی کبھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ ان کا تعلق کس مکتب فکر سے ہے اس لئے نفاذ شریعت میں بھی ہمیں ان اختلافات کو رکاوٹ نہیں بنانا چاہئے۔ انہوں نے شریعت بل کے محرکین کی توجہ ایک نہایت اہم مسئلے کی طرف دلاتے ہوئے کہا کہ ابتداً شریعت محاذ میں یہ متفقہ ترمیم طے کی گئی تھی کہ ملک کا بنیادی قانون قرآن و سنت ہو گا اور اس کی تعبیر کے لئے فقہا کی آراء سے رہنمائی حاصل کی جائے گی۔ لیکن اخباری اطلاعات کے مطابق ان الفاظ کو تبدیل کر کے جو ترمیم داخل کی گئی ہے اس میں کہا گیا ہے "قرآن و سنت کی تعبیر مندرجہ ذیل ماخذ سے حاصل کی جائے گی"۔ الفاظ کے اس معمولی ردوبدل سے فقہی ماخذ کو قرآن و سنت کی جگہ حاصل ہو گئی ہے۔ اس کی بہت سی تاویلیں کی جا سکتی ہیں لیکن بہر حال الفاظ کا یہ ردوبدل مخالفین کے ہاتھ میں خود ایک ہتھیار فراہم کرنے کے مترادف ہے۔ سرکاری بنچوں کی طرف سے شریعت بل میں داخل کی گئی ترامیم پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا مدنی نے کہا کہ ان ترامیم میں اصول اسلام کی جگہ اصول احکام کو بنیاد بنا کر اس فکر کی نمائندگی کی جا رہی ہیں جس کے بانی غلام احمد پرویز ہیں۔ اصول اسلام کی بجائے اصول احکام کی بات بھی امت کو متحد کرنے کی بجائے انتشار کی طرف لے جانے والی چیز ہے۔

مولانا عبدالرحمن مدنی کے بعد ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مولانا فداء الرحمٰن درخواستی کو دعوت خطاب دیتے ہوئے کہا کہ میری خواہش تو یہ تھی جس طرح اس سے پہلے ان محاضرات میں مولانا شمس الحق افغانی رحمتہ اللہ علیہ، مولانا یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا حافظ گوندلوی رحمتہ اللہ علیہ جیسی عظیم اور بابرکت شخصیات شرکت فرماتی رہی ہیں اسی طرح اس دفعہ ہم حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ العالی کو زحمت دیتے لیکن ان کی صحت کی وجہ سے میں نے زیادہ اصرار بھی مناسب نہیں سمجھا۔ ان کے بڑے صاحبزادے مولانا فداء الرحمٰن درخواستی سے حال ہی میں نفاذ شریعت کی مہم کے دوران تعارف ہوا ہے میں نے آج تک ان جیسا ان تھک کارکن اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔

مولانا درخواستی نے دو اختلافی تقاریر کے تناظر میں بڑے رقت آمیز انداز میں علامہ اقبال کے اس شعر سے اپنے خطاب کا آغاز کیا کہ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

انہوں نے کہا کہ اس ملک میں نفاذ شریعت کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں کا آپس میں اختلاف ہے۔ ہم عموماً شریعت نافذ نہ کرنے کا مجرم حکمرانوں کو ٹھہراتے ہیں لیکن حقیقت میں ہم خود بھی بہت بڑے مجرم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو اپنے اپنے دائرے میں حاکم اور مسؤل ٹھہراتے ہوئے خبردار فرمایا ہے کہ ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ہم نے اپنے اپنے دائرہ اختیار میں اپنی ذات پر اپنے اہل وعیال پر اپنے ملازمین اور ماتحتوں پر کبھی شریعت نافذ کرنے کی کوشش کی ہے؟ خود احتسابی کے حوالے سے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے مولانا درخواستی نے ایمان اور اسلام دونوں کو نفاذ شریعت کے لئے لازم وملزوم قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے اسلام کا ظاہری ڈھانچہ تو کسی حد تک برقرار رکھا ہوا ہے لیکن ایمان کو رخصت کر دیا ہے حالانکہ قرآن کا ارشاد ہے کہ'

انتم الاعلون ان کنتم مومنین تم ہی سربلند ہو گے اگر تم ایمان دار ہو۔

یہ نہیں فرمایا کہ اگر تم مسلمان ہو۔ لیکن ہم آج دلوں کو ایمان سے خالی کرنے والی ساری بیماریوں یعنی تکبر، بغض، حسد، عناد اور دنیا پرستی میں مبتلا ہیں۔ یہ فقہی مسالک پر اختلاف کی باتیں بھی انہیں دل کی بیماریوں کا نتیجہ ہیں۔ یہ وقت ان اختلافات کو ابھارنے کا نہیں۔ اگر ہم کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایمان اور اتحاد کے ساتھ غور وفکر اور تدبر سے جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد اس نشست کے مہمان خصوصی اہلحدیث مکتب فکر کے جید عالم اور سندھ کے ایک روحانی اور علمی خانوادے کے چشم وچراغ مولانا شاہ بدیع الدین راشدی پیر آف جھنڈا خطاب کے لئے تشریف لائے۔ مولانا راشدی مجاہدانہ کردار اور مجتہدانہ دینی بصیرت کی حامل شخصیت ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک گھنٹے کے انتہائی مدلل اور مرتب خطاب میں قرآن وحدیث کے حوالوں سے دین کی اصل اور شریعت کی بنیاد کے بارے میں بحث کی۔ قرآنی آیات اور احادیث کے متن اور حوالے ان کی زبان سے اس طرح ادا ہو رہے تھے جیسے تمام کتب ان کے سامنے کھلی رکھی ہوں اور وہ پڑھ کر سنا رہے ہوں۔ مولانا راشدی کی تقریر کا مرکزی خیال یہ تھا کہ اللہ نے حضور پر قرآن نازل کیا اور آپؐ نے اپنی حیات مبارکہ میں اس پر عمل کر کے دکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ساتھ دین مکمل ہو گیا ہے۔ اس لئے دین کی بنیاد قرآن اور سنت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی ہمارے اسلاف نے اپنے اپنے زمانے میں قرآن اور سنت کی جو تعبیریں کیں یعنی جو فقہیں مرتب کیں وہ ہمارا سرمایہ ہیں ہم ان سے رہنمائی لیں گے لیکن قانون اسلام کی بنیاد قرآن وسنت کے سوا کسی اور شے کو نہیں بنایا جا سکتا۔

شریعت بل کے محرک سینٹر مولانا قاضی عبداللطیف تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو وقت کافی گزر چکا تھا۔ انہوں نے سامعین کے صبر کا زیادہ امتحان نہیں لیا۔ مختصر وقت میں اپنی ساری جدوجہد کی داستان کہہ کر رخصت ہوئے۔ قاضی صاحب کہہ رہے تھے کہ سب لوگ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ موجودہ نظام ظالمانہ ہے عوام کے مسائل حل نہیں کر سکتا لیکن کوئی اس نظام کو بدلنے پر آمادہ نہیں۔ حکمران طبقہ تو اسلام کی طرف آنے کا کوئی ارادہ ہی نہیں رکھتا۔ اس مشکل صورت حال کے باوجود ہم اپنا فرض ادا کرتے رہیں گے کیونکہ یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم اس نظام کو بدلنے کے لئے جدوجہد

کریں تاکہ اللہ کا دین غالب ہو سکے۔ البتہ ہم اس بات کے مکلف نہیں کہ اسلام کو لا کر ہی چھوڑیں۔ ہمارا کام مزدوری کرنا ہے ہم ٹھیکیدار نہیں ہیں۔ نتائج مرتب کرنا مسبب الاسباب کا کام ہے۔ قاضی صاحب نے یہ حقیقت بالکل واضح کر دی کہ ہمارا مقابلہ دینی جماعتوں سے نہیں بلکہ سیکولر جماعتوں سے ہے۔ ہمیں آپس میں لڑ کر اپنی قوتوں کو ضائع نہیں کرنا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ دین میں اجتہاد کی گنجائش ہے لیکن انگوٹھا لگانے والوں کو اجتہاد کا حق نہیں دیا جاسکتا۔ اجتہاد وہی کریں گے جو اس کے اہل ہوں گے۔

مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کے خطاب کے بعد ڈاکٹر اسرار صاحب نے اگلے روز کے پروگرام کے اعلانات کئے اور صدر جلسہ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کو صدارتی کلمات کہنے کے لئے دعوت دی۔ مفتی نعیمی صاحب متحدہ محاذ کے جلسوں کی صدارت کرتے کرتے دریا کو کوزے میں بند کرنے ماہر ہو گئے ہیں۔ انہوں نے چند فقروں میں ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے کہا کہ شریعت بل پیش کرنے والوں نے یہ بل پیش کر کے علماء کرام حکمرانوں اور عوام الناس تینوں کو امتحان میں ڈال دیا ہے۔ علماء کرام کو چاہئے کہ وہ اپنی ذاتی انا اور مسلک کے تشخص سے بالاتر ہو کر نفاذ دین کے لئے جدوجہد کریں۔ اب اسلام کے ساتھ ہمارے تعلق کا امتحان ہے۔ قربانیوں کا وقت آنے والا ہے ہم قربانیاں دیں گے تو کامیابی ہوگی۔ نفاذ شریعت کا معاملہ پوری امت کا معاملہ ہے۔ اس جدوجہد میں جو ہمارا ساتھ دے گا وہ ہمارا دوست ہے اور جو رکاوٹ ڈالے گا اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں خواہ وہ کوئی بھی ہو اور ہمارا کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کے خطاب کے ساتھ ہی یہ نشست رات گیارہ بجے کے قریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

جمعہ تین اپریل کو باغ جناح میں خطاب جمع کے دوران ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اس نشست میں سامنے آنے والے اختلافات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ میں مولانا حامد میاں مدظلہ کا انتہائی احترام کرتا ہوں بیعت کے مسئلے میں اور کئی دیگر علمی معاملات میں انہوں نے جس طرح دلائل کے ساتھ میرا ساتھ دیا تھا اس سب کچھ کے باوجود میں ان کی خدمت میں بصد احترام عرض کروں گا کہ ۷۳ کے دستور کی بحالی کی جدوجہد میں شریک ہونے کے بعد صرف ان کا شریعت بل کے جواب میں فقہ حنفی کے نفاذ کا مطالبہ کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ۷۳ کے دستور میں بھی قرآن وسنت کو ہی قانون سازی کی بنیاد قرار دیا گیا ہے اس میں کسی فقہ کا ذکر نہیں۔ البتہ نفاذ اسلام سے انحراف کے کئی دروازے کھلے رکھے گئے ہیں جنہیں بند کرنے کے لئے یہ شریعت بل پیش کیا گیا ہے' اگر ہم اپنے اپنے مسلکوں کے اختلاف پر اسی شدت کے ساتھ ڈٹے رہے تو ہمارا اتحاد بھی بے معنی ہو گا۔ قرآن وسنت سے براہ راست استنباط کرتے ہوئے آج کے مسائل کا حل تلاش کرنا بھی اسی طرح درست ہے جس طرح کسی فقہی مسلک کی فقہ کو نافذ کرنا درست ہے۔ کیونکہ تمام فقہی مسالک کی بنیاد بھی قرآن وسنت ہی ہے۔ سیکولرزم یا کسی کافرانہ نظام کے مقابلے میں بہرحال فقہ حنفی یا فقہ مالکی یا کسی بھی فقہ پر مبنی نظام اسلامی ہی ہے۔ اگر مجھے اختیار دیا جائے کہ تم سیکولر نظام یا فقہ حنفی یا مالکی نظام والے ملکوں میں سے کس ملک میں رہنا پسند کرو گے تو میں بلا ادنیٰ تردد فقہ حنفی یا کسی بھی اسلامی فقہ والے ملک میں رہنے کو ترجیح دوں گا۔

آیتِ کریمہ کی فضیلت اور اُس کا تاریخی پس منظر

—— مولانا اخلاق حسین قاسمی

حضرت یُونس علیہ السلام کو جب ان کی قوم نے بہت پریشان کیا تو وحی آئی کہ انہیں خدا کے عذاب سے ڈراؤ تاکہ یہ نافرمانی سے باز آئیں ــــ حضرت یونسؑ نے غصہ وجذبات میں آکر اپنی طرف سے چالیسؔ دن کی مدّت بھی مقرر کر دی اور یہ بات مشیّتِ الٰہی کے خلاف تھی ــــ خدا تعالےٰ کی سنّت یہ ہے کہ وہ نافرمان بندوں سے ناراض ہونے میں جلدی نہیں کرتا البتہ نیک بندوں پر مہربانی کرنے میں جلدی کرتا ہے، حدیث قدسی ہے ۔

ان رحمتی سبقت علیٰ غضبی ــــ میری رحمت میرے غضب سے آگے رہتی ہے، سبقت لے جاتی ہے۔

پیغمبر کو اپنے مالک کے ارشادہ کو سمجھنا چاہیئے، حضرت یُونسؑ کا اتنا غصہ مناسب نہیں تھا، وحی آئی کہ تم نے اے یونسؑ! مدّت عذاب مقرر کر کے غلطی کی،

اب خدا کے پیغمبر کو احساس ہوا کہ مجھے قوم کے سامنے شرمندگی اُٹھانی پڑے گی، لوگ کہیں گے، یہ کیسے پیغمبر ہیں، کہ ان کی بات جھوٹی نکلی،

اس احساس ندامت میں یہ گھر سے نکل کھڑے ہوئے، دریا کے کنارے پہنچے، وہاں ایک کشتی تیار کھڑی تھی، اس میں بیٹھ گئے قدرت خداوندی کا کرشمہ یہ ہوا کہ وہ کشتی بھنور میں آگئی، وہ دور آقائی اور غلامی کا دور تھا اور لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اگر کسی کا غلام بھاگ کر کشتی میں آجائے تو ساری کشتی ڈوب جاتی ہے سوال پیدا ہوا کہ کشتی میں غلام کون ہے؟ ــــ قرعہ اندازی کی گئی اور اسمیں حضرت یونسؑ کا نام نکل آیا،

حضرت یونسؑ دستور کے مطابق دریا میں کُود پڑے۔ خدا کی طرف سے ایک مچھلی کو حکم ہوا کہ وہ یُونسؑ کو لقمہ بنالے۔

حضرت یونسؑ سے مدّت عذاب کی تعیین میں غلطی ضرور ہوئی تھی لیکن یہ غلطی بھی اپنے نفس کی خاطر نہیں کی گئی تھی، بلکہ خدا کے نافرمان بندوں پر غصّہ تھا، اور خدا کے لئے غصّہ تھا، اس لئے خدا اپنے پیغمبر کو ہلاک نہیں کر سکتا تھا ——

یہ صحیح ہے کہ اس نے اپنے رسُول کے قول کی لاج رکھنے کے لئے اپنے رحم وکرم کی سُنّت کو نہیں بدلا،

اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ کو رحم وکرم اتنا پیارا ہے کہ اپنے مقبول بندوں کی ناخوشی کو گوارا کر لیتا ہے مگر رحم وکرم کی اپنی ادائے خاص کو نہیں چھوڑتا۔ اب ایک ہی صورت تھی کہ ربّ کریم اپنی اداءِ کرم کو بھی قائم رکھے اور اپنے مقبول بندہ کو بھی ضائع نہ ہونے دے، — چنانچہ ایسا ہی ہوا قرآن کریم نے حضرت یونسؑ کے قصّہ کا آغاز محبت بھرے استعارے سے کیا اس استعارہ میں سارا واقعہ بیان کر دیا — مچھلی والے — حضرت یونسؑ کا لقب پڑ گیا، — اس لقب میں جس حالت کا اظہار کیا وہ خدا کو بہت پسند تھی — فرمایا

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝	اور مچھلی والا، جب اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلا اور اس نے یہ خیال کیا کہ ہم اسے پکڑ نہیں سکیں گے پھر اس نے ہمیں اندھیروں کے اندر پکارا۔ لا الٰہ الّا الخ

(الانبیاء، ۸۷)

یہ انتہائی تعلق کا پیرایہ ہے کہ خدا تعالےٰ ایک خاص لقب سے اپنے بندہ کو پکارے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مزّمّل اور مدّثر کے القاب سے پکارا اور ان دونوں استعاروں میں حضورؐ کی وہ خاص حالت بیان کی جو خدا کے نزدیک بہت پسندیدہ تھی — آپؐ چادر اوڑھ کر غور وفکر کرتے تھے، انسان جب سوچ وبچار کرتا ہے تو چادر اوڑھ

لیتا ہے ــــ اس لئے خدا تعالےٰ نے اسی صفت سے پکارا ـــ ادمیاں چادرا وڑھنے والے
سورۃ الصافات میں حضرت یونسؑ کے قصہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ	یونسؑ کو مچھلی نے لقمہ بنالیا اور وہ
فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ	شرمندہ تھا۔ پھر اگر وہ تسبیح کرنے
الْمُسَبِّحِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ	والوں میں سے نہ ہوتا تو قیامت
إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (۱۴۴)	تک اسی کے پیٹ میں پڑا رہتا
فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ	پھر ہم نے اسے ایک چٹیل میدان میں
سَقِيمٌ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ	ڈالدیا اور وہ اس وقت بہت کمزور
شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ	تھا، اور اس پر ایک بیل والا درخت
(۱۴۶)	اُگادیا۔

بیان کا پیرایہ کس قدر محبت بھرا ہے، لقمہ بنانے کی نسبت مچھلی کی طرف کی اور باہر ڈالنے کی نسبت اپنی طرف کی، مچھلی کے لقمہ بنانے تک معاملہ آزمائش کا تھا، اس لئے خود پردہ میں رہے مچھلی کے اندر جب یونسؑ کی عبدیت نے جوش مارا تو اب پیار و محبت کا دور شروع ہوگیا اور رب کریم سامنے آگیا۔

محبت کی راہ میں قدم قدم پر آزمائشیں آتی ہیں اور ہر آزمائش کی بے چینی اور بے قراری سے محبوب لطف اندوز ہوتا ہے ـــــ مگر ایک منزل وہ بھی آتی ہے کہ عاشق کی آہ و بکا سے محبوب کا دل پگھل جاتا ہے اور وہ بے قرار ہو کر یہ دعا کرنے لگتا ہے

فغاں مجنوں کی سن سن کر دعا کرتی تھی یہ لیلےٰ
بس اب کم یا الٰہی قیس کا دردِ جگر کردے

پھر وہ رب کریم جب اپنے خاص بندوں کو آزمائش میں ڈالتا ہے تو اس حالت میں بھی وہ انہیں تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ ان کے ساتھ رہتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ سے کہا فرعون کے پاس میرا پیغام لے کر جاؤ، وہ بولے،

قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَنْ يَفْرُطَ	اے ہمارے رب! ہمیں اندیشہ ہے
عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَىٰ	کہ وہ ہم پر غصہ ہوگا، بھبک پڑیگا
	اور سرکشی اختیار کرے گا۔

قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ (طٰهٰ)

جواب دیا، خوف نہ کرو، میں تمہارے ساتھ رہوں گا، سب کچھ سنتا رہوں گا اور تمام حالات دیکھتا رہوں گا۔

یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں ڈالا تو ساتھ تھے، ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تو ساتھ تھے، موسیٰؑ دریائے نیل میں اُترے تو ساتھ تھے، عیسیٰؑ سولی کے لئے پکڑے گئے تو ساتھ تھے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کی جنگ میں زخمی ہو کر غار میں گرے تو ساتھ تھے اگر وہ زندگی کی کٹھن منزلوں میں دم کے ساتھ نہ ہوں تو انسان — ایک ضعیف الخلقت انسان — مصائب و مشکلات کی تاب کیسے لاسکتا ہے — شاعر نے کہا ؎

میں کیوں کہوں کہ غم زندگی گراں گذرا
وہ ساتھ ساتھ رہے، میں جہاں جہاں گذرا

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کو آزمائش میں کیوں ڈالتا ہے — جنکی وفاداری میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی، ان کی وفاداری کو امتحان کی بھٹی میں ڈالنے کی مصلحت کیا ہے

بات یہ ہے کہ کبھی محبوب اپنے عاشق کی وفاداری کو حاسدوں پر اور اغیار پر ظاہر کرنے کے لئے اپنے عاشق کو آزمائش کی بھٹی میں ڈالتا ہے، وہ خود اس پر بھروسہ کرتا ہے، لیکن اپنی شان محبوبی کا اظہار عشق کی آزمائش کے بغیر کیسے ہوسکتا ہے، شاعر نے کہا ہے ؎

عشق نے کچھ کیے گریباں چاک
اس نے گیسو بھی کچھ سنوارے ہیں

عاشق اپنا گریبان چاک کر کے معشوق کے گیسو سنوارتا ہے، اپنی ہستی کو بگاڑ کر حسن کی آب و تاب دوبالا ہے،

ادھر فنا، ہے — ادھر بقا، ہے، بڑا نازک مسئلہ ہے، تصوّف و معرفت کا — فنا و بقا کے درمیان کیسا عجیب رشتہ ہے۔

اب اسی موضوع پر جناب میر تقی میرؔ کا ایک شعر سنو، وہ اپنے رنگ کے بادشاہ ہیں، محبوب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ ؎

شرمندہ ہوگے رہنے بھی دو امتحان کو
رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو

یعنی عاشق صادق کا امتحان نہ لو، یہ بے دھڑک امتحان کی آگ میں کود پڑے گا، کیونکہ اسے اپنی جان سے زیادہ تم عزیز ہو، وہ تمہاری خواہش کا احترام کرے گا، اور تمہارے لئے اپنی جان قربان کرے گا ــــ

حضرت یونسؑ کی قوم کون تھی، ؟

حضرت یونسؑ، حضرت عیسیٰؑ سے سات سو سال قبل آشوری قوم کی ہدایت کیلئے بھیجے گئے۔

آشوری حکومت کا دارالخلافہ نینوا تھا، یہ عظیم شہر دریائے دجلہ (عراق) کے مشرقی کنارے پر آباد تھا ــــ اس کے مقابل دوسری طرف شہر موصل آباد ہے۔ یہ قوم دولت و تمدن کی خوش حالی سے عیش پرستیوں میں مبتلا ہو گئی، شرک و معاصی نے اسے بُری طرح گھیر لیا، حضرت یونس کے عہد میں تو اسے معاف کر دیا گیا اور مہلتِ اصلاح دیدی گئی لیکن یہ قوم حضرت یونس کے بعد پھر برائیوں میں آگے بڑھ گئی ــــ اب اس کی اصلاح کے لئے حضرت ہوم بھیجے گئے ــــ ان کے بعد حضرت صفیا نبی مبعوث ہوئے۔ تین پیغمبروں کے بعد بھی جب اس قوم کو ہوش نہ آیا تو خدا تعالےٰ نے بابل والوں کو اس قوم پر غالب کر دیا،

اس حملہ نے عذاب الہٰی کی صورت اختیار کر لی، دریائے دجلہ میں سیلاب آگیا اور شہر نینوا کی مشہور عالم مضبوط فصیل جگہ جگہ سے پھٹ گئی اور دشمنوں کے لئے حملہ کا راستہ صاف ہو گیا۔

اہل بابل نے پورے شہر کو جلا کر خاکستر کر دیا، آشوری بادشاہ نے اپنے محل کو اپنے ہاتھوں سے جلا کر خودکشی کر لی،

حضرت مسیح سے دو سو برس پہلے اس شہر کا نام و نشان مٹ چکا تھا اور اس کا جائے وقوع بھی لوگوں کو معلوم نہ تھا،

آثار قدیمہ کی کھدائی میں جگہ جگہ جلے اور جھلسے ہوئے مکانات اور انسانی لاشیں برآمد ہوتی ہیں،

حضرت یونسؑ کی فضیلت

ایک روز چند صحابہ آئے ہیں حضرات انبیاء کے حالات پر گفتگو فرما رہے تھے اس گفتگو میں ایک صاحب نے حضرت یونسؑ کی آزمائش کا ذکر کیا اور انہیں مچھلی والا نبی کہہ کر یاد کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ کے اندر یہ ساری گفتگو سُن رہے تھے، آپ باہر آئے اور فرمایا۔

تم حضرت یونسؑ کی آزمائش پر ان کے بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا، ان کی شان نرالی ہے، خدا تعالےٰ نے معرفتِ حق کے جو اسرار معراج میں مجھ پر کھولے وہ اسرار و انوار یونس علیہ السلام پر مچھلی کے پیٹ میں نازل فرما دیئے،

ایک حدیث میں ہدایت کی گئی۔

لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ ابْنِ مَتّٰی

آیت کریمہ کا تجزیہ

یہ آیت کریمہ تین حصوں پر مشتمل ہے، —— پہلا حصہ لا الٰہ الا انت —— توحیدِ حق کا اعلان ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جن پر کائنات عالم کی بنیاد قائم ہے۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ	اگر آسمان وزمین میں خدائے واحد
لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللّٰهِ	کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو ان میں
رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ہ	فساد برپا ہوتا۔ پس پاک ہے
(الانبیاء ۲۲)	اللہ تعالےٰ جو عرش عظیم کا رب ہے

ان مشرکین کے خیالات سے،

آیت کا دوسرا حصہ —— سبحانك —— خدا تعالےٰ کی تسبیح و تقدیس ہے —— جو تمام ملائکہ کی عبادت ہے۔

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ ۔ یہ تسبیح ملائکۃ اللہ ہے۔

الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ

آیت کے تیسرے حصہ —— انی کنت من الظالمین ۔

میں بندہ کی طرف سے توبہ و استغفار اور اعتراف قصور کا اعلان ہے اور یہ اعتراف و اعلان خدا تعالےٰ کی خوشنودی اور رضامندی کی واحد ضمانت ہے۔

جوابِ آں غزل

کیا انتخاب تبدیلی کا واحد راستہ ہے

مقبول الرحیم مفتی

معاصرِ عزیز روزنامہ نوائے وقت، نے اپنے ۸ر اپریل کے ادارتی نوٹ میں امیرِ تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ایک اخباری بیان پر گرفت کی تھی۔ جس کا جواب ۱۲ر اپریل کے نوائے وقت میں مقبول الرحیم مفتی کے قلم سے شائع ہوا۔ یہ دونوں تحریریں نوائے وقت کے شکریے کے ساتھ نذرِ قارئین ہیں۔ (ادارہ)

روزنامہ نوائے وقت لاہور (۴) ۸ر اپریل ۱۹۸۷ء

ڈاکٹر اسرار احمد اور تحریکِ پاکستان!

تنظیم اسلامی کے بارھویں سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ مجھے جماعت اسلامی کی دعوت اور تحریک سے کوئی اختلاف نہیں البتہ میں جماعت کی انتخابی سیاست کے طریق کار سے اتفاق نہیں رکھتا۔ انہوں نے کہا کہ اس صدی میں حکومتِ الٰہیہ کا تصور سب سے پہلے مولانا ابوالکلام آزاد نے پیش کیا تھا لیکن بعدازاں وہ تحریک آزادی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے انتخابی سیاست سے اپنی بیزاری کا اظہار پہلی مرتبہ نہیں کیا وہ اکثر و بیشتر انتخابات سے اپنی الرجی کا اظہار کرتے رہتے ہیں حالانکہ ملکی دستور کے تحت پاکستان میں تبدیلی کا صرف ایک ہی راستہ کھلا ہے اور وہ انتخابات کا راستہ ہے۔ اس کے علاوہ کسی انقلابی طریقے سے تبدیلی لانے کا پروگرام آئین کی خلاف ورزی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ڈاکٹر اسرار صاحب جماعت سازی نہ کریں یا سیاست میں حصہ نہ لیں لیکن انہیں خود اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ جو کچھ بھی کریں آئین کی حدود میں رہتے ہوئے کریں۔ جب آئین انتخابی سیاست کو تبدیلی کا واحد راستہ قرار دیتا ہے تو ڈاکٹر صاحب کو انتخابی سیاست کے خلاف بیان بازی کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔ اور محض اتنی سی بات پر انتخابی سیاست کو رد نہیں کر دینا چاہئے کہ یہ جماعت اسلامی کی بھی پالیسی ہے۔

جہاں تک مولانا ابوالکلام آزاد سے اظہار محبت کا تعلق ہے ڈاکٹر صاحب اپنی تقریر و تحریر میں اکثر اس بات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ مولانا آزاد کے بہت بڑے مداح ہیں اور اب صرف اتنی سی کسر باقی ہے کہ کسی روز ڈاکٹر صاحب مولانا آزاد کے روحانی اور سیاسی جانشین ہونے کا دعویٰ کر دیں۔ لیکن انہیں حقائق سے چشم پوشی کا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ انہیں یہ بات کبھی نہ بھولنی چاہئے کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے آزاد اسلامی مملکت کے قیام کی سرتوڑ مخالفت کی تھی۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے بقول مولانا آزاد اگرچہ اس صدی میں حکومتِ الٰہیہ کے نقیب تھے لیکن بعد میں اسلام کے مستقبل سے مایوس ہو کر وہ متحدہ قومیت کے فلسفے کے پرچارک بن گئے اور اسلام کے نام پر کسی علیحدہ مملکت کے قیام کے حامی نہ رہے۔ ہندو کانگرس نے اسلامی مملکت کے قیام کی مخالفت میں ان کی خدمات سے خوب فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کا ایک محدود طبقہ مولانا آزاد سے عقیدت مندی کی بنا پر تحریک پاکستان کا آخر دم تک مخالف رہا۔ ان تلخ حقائق کو پس پشت ڈالتے ہوئے مولانا آزاد سے ڈاکٹر صاحب کا اظہارِ عقیدت بہت سی غلط فہمیوں کا دروازہ کھولنے کا موجب بن سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر سیاست کا شوق رکھتے ہیں تو پاکستان اور بانیانِ پاکستان کے حوالے سے یہ شوق پورا کریں اور ملک کی نظریاتی حدود و قیود کو اسی طرح قبول کریں جس طرح ملک کے باقی سیاست دان، صحافی، دانشور اور ادیب کرتے ہیں

(نوائے وقت لاہور ۱۲ اپریل ۱۹۸۷ء)

۸ اپریل کے ادارتی نوٹ بعنوان "ڈاکٹر اسرار احمد اور تحریک پاکستان" میں آپ نے ڈاکٹر اسرار احمد کے حوالے سے دو اہم نکات اٹھائے ہیں اور اپنے نقطہ نظر سے ڈاکٹر اسرار احمد کو ان کا جواب بھی پیش کیا ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ "جب آئین انتخابی سیاست کو تبدیلی کا واحد راستہ قرار دیتا ہے تو ڈاکٹر صاحب کو انتخابی سیاست کے خلاف بیان بازی کرنے سے احتراز کرنا چاہئے"۔ آپ کی بات نظری اعتبار سے ہو سکتا ہے درست ہو' لیکن عمل کی دنیا میں "آزاد اسلامی مملکت" کے لئے جدوجہد کرنے والوں نے اپنی حاصل کی ہوئی مملکت میں آئین اور جمہوریت کے اصولوں اور عوامی امنگوں اور ولولوں کا کتنا احترام کیا اور اس کے کتنے ثمرات عام مسلمانوں تک پہنچے؟ علماء کرام کی قیادت میں زبردست عوامی تحریک اور اسمبلی کے اندر علامہ شبیر احمد عثانی رحمتہ اللہ علیہ کی کوششوں سے "آزاد اسلامی مملکت" کے قیام کے لئے جدوجہد کرنے والے اصحاب پر مشتمل اسمبلی نے قرارداد مقاصد منظور تو کر لی لیکن اسے دستوری اور قانونی قابل نفاذ قرار دینے کی بجائے رہنما اصولوں کے طاق میں سجا دیا۔

عوام کے سیاسی اور معاشی حقوق غصب کر کے اپنی سیادت و سیاست کو چمکانے والا جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ فوج اور بیوروکریسی کے تعاون سے اور لوٹ کھسوٹ میں انہیں اپنا حصہ دار بنا کر گذشتہ چالیس برس سے یہاں برسراقتدار ہے۔ کبھی اس کا ظاہری چہرہ خالص فوجی ہو جاتا ہے اور کبھی نیم سویلین۔ دستور اور آئین ان کے گھر کی لونڈی ہے۔ وہ جب اور جس طرح مناسب سمجھتے ہیں اسے اپنے مقاصد کے لئے توڑتے مروڑتے رہتے ہیں۔ آپ کی نظری نصیحت فی الواقع بہت وقیع اور قابل توجہ سمجھی جاتی اگر اس ملک میں انتخابات واقعتاً تبدیلی کا واحد راستہ ہوتے' اگر شیخ مجیب الرحمن کو اس ملک کی اکثریت کے ووٹ حاصل کرنے کے بعد اقتدار منتقل کر دیا جاتا' اگر ۸۵ کے انتخابات میں سیاسی جماعتوں کو مثبت نتائج کے حصول کی خاطر میدان انتخاب سے باہر رکھنے کا اہتمام نہ کیا گیا ہوتا اور اگر آئندہ الیکشن میں بھی مختلف حیلوں بہانوں سے ملک کے فعال سیاسی عناصر کو انتخاب میں حصہ لینے سے محروم رکھنے کی منصوبہ بندیاں اور کوششیں نہ ہو رہی ہوتیں۔

نئی نسل کو پاکستان کی چالیس سالہ تاریخ کا تجربہ تو یہی بتاتا ہے کہ اس مملکت میں آئین' دستور' جمہوریت' سیاست موجودہ استحصالی نظام میں اس کے پیدا کردہ طبقات کے مفادات کے تحفظ اور تسلسل کے ذرائع اور آلات ہیں۔ اور ان کی بحالی اور تحفظ کی علمبردار جماعتیں جو اس استحصالی نظام کو تبدیل کرنے کے بلند بانگ دعووں کے ساتھ ان انتخابات میں اور اس نظام کے سیاسی اداروں میں حصہ لیتی ہیں درحقیقت وہ سب اس نظام کی بقاء اور ترقی کا آلۂ کار بن گئی ہیں۔ کیونکہ نظری اور آئینی اعتبار سے بھی انتخابات محض حکومت کی تبدیلی کا "واحد راستہ" ہیں نظام کی نہیں۔ جبکہ پاکستان میں یہ عملاً حکومت کی جائز تبدیلی کا سبب اور راستہ بھی ثابت نہیں ہوئے۔

دوسری طرف موجودہ انتخابات اور استحصالی نظام کے تحفظ کے علمبردار "جمہوری ادارے" نظام کی تبدیلی کے بارے میں اتنے حساس واقع ہوئے ہیں کہ انہوں نے اپنی بنائی ہوئی اور خود اپنے ہاتھوں سینٹ میں پاس کی ہوئی آئین کی نویں ترمیم کو اسمبلی کے قواعد و ضوابط اور کمیٹیوں کے تاخیری حربوں کے ذریعے فائلوں میں دفن کر دیا ہے کیونکہ اس ترمیم میں کسی حد تک موجودہ نظام کی تبدیلی کی بات کی گئی تھی اور ایک موہوم سا امکان پیدا ہوا تھا کہ شاید اس ترمیم کے منظور ہونے سے ہمارے موجودہ حکومتی ڈھانچے کے سماجی اور معاشی پہلوؤں میں تبدیلی کا آغاز ہو۔ لیکن سب نے دیکھ لیا کہ اس ظالمانہ نظام کے فیض یافتہ طبقات پر مشتمل اسمبلی اس ترمیم کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہے۔ آج تک کا تجربہ اس بات کا گواہ ہے کہ انتخابات کا آئینی راستہ کسی درجے میں بھی تبدیلی کا راستہ ثابت نہیں ہوا۔ اس لئے اگر ڈاکٹر اسرار احمد یا کوئی اور کسی انقلابی طریق کار کی بات کرتا ہے تو وہ عوام کے دل کی بات کرتا ہے کیونکہ نظام کی تبدیلی اب وقت کا تقاضا بن چکی ہے۔

اس ضمن میں ایک اور اہم بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ انقلابی طریق کار کا مطلب لازماً یہ نہیں ہے کہ وہ انقلاب فرانس یا انقلاب روس کی طرح خونی انقلاب ہی ہو۔ اگر اسلام کے اصولوں کے مطابق ایک منظم جماعت عدم تشدد کے اسلامی اصول کے مطابق خدائی فوجدار بن نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے لئے کھڑی ہو جائے اور جدید تمدن نے حکومتوں کے جبر کے خلاف عوام کی متحدہ جسمانی قوت کے استعمال کے جو پرامن راستے تلاش کیے ہیں ان کو استعمال کرے' تو قربانیوں سے بھرپور جدوجہد کے ذریعے برسراقتدار طبقات کو مجبور کیا جا سکتا ہے کہ یا وہ راہ راست پر آ جائیں یا حکومت چھوڑ دیں۔ ان جدید تمدنی ذرائع میں مظاہرہ' جلسہ جلوس' پکٹنگ اور احتجاج کے وہ تمام طریقے شامل ہیں جن میں تشدد اور توڑ پھوڑ یا دہشت گردی کا عنصر نہ پایا جاتا ہو۔ عدم تشدد کے اصول پر سختی سے کاربند رہتے ہوئے حکومت کے مظالم کے سامنے ثابت قدمی سے کھڑے رہنے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ملک کی خاموش اکثریت بالآخر ظالمانہ نظام کے خلاف اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور پھر عوام کے سیلاب کے سامنے کھڑے رہنا کسی ظالم' جابر اور استحصالی گروہ کے بس میں نہیں رہتا اور دنیا کا کوئی جمہوری آئین اور قانون پرامن احتجاج اور مظاہرے

پر پابندی عائد نہیں کرتا۔ البتہ فوجی حکمران اور استحصالی طبقات پر مشتمل آمرانہ حکومتیں اپنے تحفظ کے لئے جو ظالمانہ دستور اور قوانین بناتی ہیں وہ اس وقت زیر بحث نہیں۔

اسلام کی دعوت کے حوالے سے بھی وطن عزیز میں گزشتہ چالیس سالہ تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ اسلام جو قوم کو متحد کرنے والا قوی عنصر تھا اسے جب الیکشن ایشو بنایا گیا تو یہ قوم کو تقسیم کرنے کا سبب بن گیا۔ کیونکہ الیکشن میں حصہ لینے والے سب مسلمان ہیں اور اسلام کو یکساں طور پر استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لئے جب ایک جماعت کی دیکھا دیکھی دوسری مذہبی جماعتیں بھی اپنے اپنے اسلام کا ٹیڈیشن لے کر انتخاب کے میدان میں آکودیں تو اسلام کا سیاسی استعمال قوم کو سیاسی طور پر تقسیم کرنے کے علاوہ مذہبی سطح پر بھی منافرت اور فرقہ بندی پھیلانے کا سب سے بڑا سبب بن گیا۔ یہ ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے جو مزید دلائل کی محتاج نہیں۔ عقل و فہم رکھنے والا ہر شخص بچشم خود اس کے اثرات کو دیکھ رہا ہے۔

آپ نے تقسیم ملک سے قبل کی مسلم سیاست کے حوالے سے مولانا ابوالکلام آزادؒ کے سیاسی کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "ان تلخ حقائق کو پس پشت ڈالتے ہوئے مولانا آزاد سے اظہار عقیدت بہت سی غلط فہمیوں کا دروازہ کھولنے کا موجب بن سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر سیاست کا شوق رکھتے ہیں تو پاکستان اور بانیان پاکستان کے حوالے سے یہ شوق پورا کریں' جس طرح ملک کے باقی سیاستدان' صحافی' دانشور اور ادیب کرتے ہیں"۔ یہ درست ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے ہندوستان کے مسلمان زعماء کے درمیان مسلمانانِ ہند کے مستقبل اور لائحہ عمل کے بارے میں دو رائیں پائی جاتی تھیں اور ایسا ہونا بالکل فطری امر تھا۔ مسلمانوں کے دونوں گروہوں نے غلام ہندوستان میں انگریز کی دی ہوئی سیاسی آزادی کی وجہ سے کھل کر اپنی اپنی رائے کے مطابق مسلمان کی بقاء اور فلاح کے لئے کام کیا۔ لیکن آزادی حاصل ہونے کے بعد ہم نے ان مسلمان قائدین کو "اچھوت" قرار دے دیا جنہوں نے بوجوہ مسلم لیگ کے پیش کردہ حل سے اختلاف کیا تھا لیکن آزادی کے حصول کے لئے بھرپور جدوجہد کی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ تقسیم ملک کے بعد ان کے پیروکاروں کی وفاداریوں اور حب الوطنی کو بھی سیاسی وجوہ کی بناء پر مشکوک قرار دیا۔ اس تنگ نظری نے آج تک ملک کو لاینحل سیاسی مسائل کے سوا کچھ نہیں دیا۔ یہ بات ریکارڈ سے ثابت ہے کہ قیام پاکستان کے بعد مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا حسینؒ احمد مدنی جیسے رہنماؤں نے پاکستان کو مسجد کی مانند مقدس سرزمین تسلیم کیا۔

البتہ "پاکستان اور بانیان پاکستان" کے حوالے سے سیاست کرنے والے سیاست دانوں' صحافیوں' دانشوروں اور ادیبوں نے بالعموم اس ملک میں جس کردار کا مظاہرہ کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے تو بارہا دل میں یہ خیال آتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم اور ان کے ہم خیال مسلمان رہنماؤں نے جو موقف اختیار کیا تھا وہ درست تھا۔ البتہ مسلم لیگ میں شامل جاگیرداروں کے حوالے سے انہوں نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا وہ تو عملاً درست ثابت ہو ہی چکے ہیں۔

"پاکستان اور بانیان پاکستان" کے حوالے سے سیاست کرنے والوں نے اس ملک کو اپنے طبقاتی اور گروہی مفادات کے تحفظ کے لئے توڑا اور آج بھی اسی انداز کی سیاست کر رہے ہیں جس سے ملک میں انتشار کی قوتوں کو تقویت مل رہی ہے۔ عوام ظلم اور مہنگائی کی چکی کے دو پاٹوں میں پس رہے ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ نئی نسل کو موجودہ استحصالی نظام کے خلاف جدوجہد کرنے کے لئے تیار کیا جائے تاکہ پاکستان ایک ایسی فلاحی مملکت بن سکے جس کا نقشہ دنیا نے آج سے چودہ سو سال قبل خلافت راشدہ کی شکل میں دیکھا تھا۔

ص۱ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور نے ۱۹۲۰ کے بعد ہندوستان کی سیاست میں جو رول ادا کیا امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد اُس سے واضح اختلاف رکھتے ہیں اور بارہا تحریر و تقریر میں اُس کا اظہار کر چکے ہیں۔ لیکن اُن سے اس اختلاف کی وجہ سے اُن کی پیش کردہ احیائے دین کی اُس ولولہ انگیز دعوت سے صرفِ نظر کرنا بھی کسی طرح قرینِ انصاف نہیں جو انہوں نے ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۰ء کے دوران الہلال اور البلاغ کے ذریعے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں پیدا کی اور جس کے وسیع اثرات پاک و ہند کے مذہبی و دینی حلقوں اور تحریکوں میں آج تک محسوس کئے جاتے ہیں۔ (ادارہ)

ہَوا سے باتیں کرنے والا
رائل فین
رائل فین استعمال کرنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد
اس کی آزمودہ کوالٹی، کفایت اور دیرپائی سے مطمئن ہے۔
خوشنما، خوش وضع، پائیدار اور انتہائی ہَوادار
رائل فین گرم موسم میں آسائش
کا سامان پیدا کرتا ہے۔
آپ رائل فین پر فخر کر سکتے ہیں۔
سیلنگ فین: 56"
قیمت: Rs 675/=
ROYAL
FANS
رفیق انجنیئرنگ انڈسٹریز
(پرائیویٹ) لمیٹڈ
رفیق آباد، جی ٹی روڈ، گجرات
گجرات فون: 3004 - 3011
کراچی سیلز آفس: 721491
لاہور سیلز آفس: 301286
راولپنڈی سیلز آفس: 74930

رفتارِ کار

تنظیم اسلامی کا بارہواں
سالانہ اجتماع اور سالِ گزشتہ کی کارکردگی
ایک نظر میں

مرتب : چوہدری غلام محمد

تنظیم اسلامی کا بارہواں سالانہ اجتماع ۴ تا ۷ اپریل ۸۷ء قرآن اکیڈمی میں منعقد ہوا۔ الحمد للہ گذشتہ سالانہ اجتماع کے فوراً بعد اس سالانہ اجتماع کے لئے جو پروگرام طے کیا گیا تھا اس کے مطابق اس کا انعقاد ہوا۔ سالانہ اجتماعات جماعتی زندگی میں انتہائی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس میں اولاً تو یہ مقصود ہوتا ہے کہ تنظیم کے وابستگان اپنے پیش نظر مقاصد' ان کی اہمیت اور ان کے حصول کے طریق کار کا شعور و ادراک از سر نو تازہ کریں۔ ثانیاً خود احتسابی اور اجتماعی کارکردگی کے جائزہ کے بعد آئندہ کے لئے نقشہ کار بنائیں اور اس پر عمل در آمد کے لئے ایک عزم نو اور ولولہ تازہ لے کر رخصت ہوں ان مقاصد کے حصول کے لئے تنظیم اسلامی کے اس بارہویں سالانہ اجتماع کے موقع پر ملک کے مختلف مقامات اور بیرون ملک سے تقریباً پانچ صد رفقانے شرکت کی۔ اندرون ملک جن ۲۱ شہروں سے رفقاء تشریف لائے ان میں کراچی' حیدر آباد' سکھر' ملتان' شجاع آباد' وہاڑی' فیصل آباد' بوریوالا' شیخوپورہ' گوجرانوالہ' سیالکوٹ' کانیانوالہ' مترانوالی' وزیر آباد' گجرات' آزاد کشمیر' راولپنڈی' اسلام آباد' پشاور' کوئٹہ اور ننڈی پور شامل ہیں۔ لاہور سے تقریباً ۱۵۰ رفقاء نے ہمہ وقت اجتماع میں شرکت کی۔ بیرون ملک سے خاص طور پر اجتماع میں تشریف لانے والے رفقاء کی تعداد بھی خاصی حوصلہ افزا تھی۔ ابو ظہبی' الواسع' ریاض' جدہ اور امریکہ سے ۵۰ سے زائد رفقاء اجتماع میں شریک ہوئے۔

اس اجتماع کی سب سے اہم چیز امیر تنظیم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی تین مفصل اور مدلل تقاریر تھیں جو تنظیم اسلامی کی دعوت اور دین کے شعور کے ضمن میں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ پہلی تقریر ہفتہ چار اپریل کو "ایمان اور اسلام کا فرق اور حقیقت و لوازم ایمان" کے موضوع پر نماز مغرب کے بعد سے لے کر رات گیارہ بجے تک جاری رہی اور اس کا کچھ حصہ امیر محترم نے اگلے روز نماز فجر کے بعد بھی ارشاد فرمایا۔ "فرائض دینی کا جامع تصور اور حقیقت و مراحل جہاد" کے عنوان سے دوسرا خطاب ۵ اپریل کو نماز مغرب کے بعد سے لے کر رات ساڑھے دس بجے تک جاری رہا۔ تیسرا اور آخری خطاب سوموار ۶ اپریل کو "اسلامی انقلاب کے مراحل سیرت نبویؐ کی روشنی میں اور موجودہ حالات میں ان کا انطباق و اجتہاد" نماز مغرب سے لے کر رات گیارہ بجے تک جاری رہا اور اس کا اختتامی حصہ بھی اگلے روز نماز فجر کے بعد تک موخر کیا گیا۔

پانچ اور چھ اپریل کو دو دن صبح آٹھ بجے سے لے کر نماز ظہر تک رفقاء نے تجاویز اور مشوروں کے ساتھ تنظیم کی گذشتہ سال کی کارکردگی کا تنقیدی جائزہ لیا۔ ان دونوں دنوں میں امیر تنظیم نے رفقاء کی تمام گفتگو خود سنی اور پھر اجتماع کے آخری دن یعنی سات اپریل کو تقریباً ڈھائی گھنٹے کی مفصل تقریر میں گذشتہ سال کی کارکردگی پر اپنا تبصرہ کرنے کے ساتھ ساتھ رفقاء کی تجاویز اور مشوروں پر بھی اپنی رائے ظاہر کی۔

اجتماع کے دوران رحمت اللہ بٹر صاحب اور امیر تنظیم اسلامی کراچی جناب ڈاکٹر تقی الدین نے درس حدیث بھی دیئے۔ جن کا موضوع " جماعتی زندگی میں تزکیہ نفس اور اصلاح ذات کی اہمیت " تھا۔ ــــــــــــ راقم الحروف نے گذشتہ برس کی کارکردگی کے بارے میں جو رپورٹ اجتماع میں پیش کی اس کا ایک خلاصہ بھی سطور ذیل میں قارئین میثاق کے لئے پیش خدمت ہے۔ تاکہ انہیں تحریک کی پیش رفت کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

سالانہ رپورٹ.......... گذشتہ سالانہ اجتماع کے اہم فیصلے اجتماع کے فوراً بعد تمام رفقائے تنظیم کو ایک گشتی مراسلہ کے ذریعہ باقاعدہ پہنچا دیئے تھے۔ ان میں ایک اہم فیصلہ تنظیم اسلامی کی تنظیم نو کا تھا۔ ہم نے کوشش یہ کی کہ مالیاتی نظام کے علاوہ اپنے نظام کو بالکلیہ نظام بیعت سے ہم آہنگ کریں۔ چنانچہ قرآن و سنت سے ماخوذ الفاظ پر مشتمل نئے بیعت فارم تیار کئے گئے اور تمام رفقائے تنظیم اسلامی کو اپنی رفاقت کے از سر نو جائزہ کی تلقین کی گئی اور تنظیم اسلامی کے مقاصد اور طریق کار سے فی الجملہ اتفاق اور آئندہ مراحل کے دوران ہجرت و جہاد فی سبیل اللہ اور بیعت سمع وطاعت فی المعروف پر انشراح صدر کی صورت میں نئے بیعت فارم کے ذریعہ تجدید بیعت کے لئے کہا گیا۔ یہ طے کیا گیا کہ آئندہ تنظیم اسلامی کے رفیق وہی شمار ہوں گے جو نئے بیعت فارم کے ذریعہ تجدید بیعت کر لیں گے۔ یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ موجودہ مقامی تنظیموں اور اسرہ جات کی از سر نو پڑتال کر کے حسب ضرورت نیا نظام بنایا جائے گا اور مقامی تنظیموں کے قیام میں جلدی نہیں کی جائے گی۔ گذشتہ سالانہ اجتماع کے موقع پر اندرون ملک ۲۳ مقامی تنظیمیں اور ۶ مقامی اسرہ جات کام کر رہے تھے۔ لاہور میں پانچ مقامی تنظیمیں تھیں انہیں ایک مقامی تنظیم میں مدغم کر دیا گیا۔ کراچی کی تین مقامی تنظیموں کی بجائے ایک مقامی تنظیم قائم کر دی گئی۔ اسی طرح حیدر آباد اور لطیف آباد کی مقامی تنظیموں کو یکجا کر دیا گیا۔ اسلام آباد اور راولپنڈی کی مقامی تنظیموں کو ختم کر کے اسرہ جات میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایبٹ آباد، گوجر خان، آزاد کشمیر اور بلتستان کی مقامی تنظیمیں ختم کر دی گئیں اور ان مقامات پر موجود چند رفقاء اب منفرد حیثیت میں کام کر رہے ہیں۔ گوجرانوالہ کی مقامی تنظیم ختم کر کے اولاً رفقاء کو منفرد حیثیت دی گئی لیکن اب ان رفقاء کو دو اسرہ جات گوجرانوالہ اور نندی پور میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے سے قائم چھ مقامی اسرہ جات میں سے حویلی لکھا، کوہاٹ، کوکاری اور واہ کینٹ کے اسرہ جات ختم ہو چکے ہیں۔ کیونکہ وہاں کے رفقاء کافی عرصہ سے غیر متعلق ہو چکے تھے۔ اسرہ جات سیالکوٹ اور شجاع آباد قائم ہیں اور وہاں کے رفقاء الحمد اللہ اب نئے جوش و جذبہ سے کام کر رہے ہیں۔ اس سال کے دوران پانچ نئے مقامی اسرہ جات وزیر آباد، گجرات، کانیانوالہ، مترانوالہ اور جلالپور جٹاں یہ تمام

مقامات وزیر آباد اور اس کے نواحی علاقہ میں واقع ہیں۔ اسی سال کے دوران ہمارے بھائی جناب شمس الحق اعوان صاحب لاہور سے یہاں منتقل ہوئے۔ تنظیم اسلامی کی توسیع دعوت کے ضمن میں ان کی شبانہ روز محنت کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح شرف قبولیت بخشا کہ انہیں کئی ایک بے لوث اور انتھک رفقائے کار مل گئے جن کی مساعی سے قرب وجوار کے قصبات اور معروف مقامات پر تنظیم اسلامی کی توسیع دعوت کے لئے بہت مفید کام ہو رہا ہے۔ اس کارکردگی کے بارہ میں مختصر اشارات آپ میثاق کے صفحات میں ملاحظہ فرماتے رہے ہیں۔ ان کی تفصیلات بھی انشاءاللہ العزیز وہاں کی مقامی رپورٹ میں آپ کے سامنے آجائیں گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس وقت اندرون ملک ۹ مقامی تنظیمیں ہیں۔ یعنی کراچی، کوئٹہ، حیدر آباد، سکھر، ملتان، وہاڑی، فیصل آباد، لاہور اور پشاور۔ اسلام آباد اور راولپنڈی میں مقامی تنظیمیں نہیں ہیں تاہم دونوں مقامات کے رفقاء کی تین تین اسرہ جات میں تقسیم اور نقبا کے تقرر کے بعد باہم رابطہ اور توافق کے لئے ایک ایک نقیب اعلیٰ بھی موجود ہے۔ دیگر مختلف مقامات پر مقامی اسرہ جات کی تعداد ۹ ہے یعنی شجاع آباد، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، نندی پور، وزیر آباد، گجرات، کانہانوالہ، مترانوالہ اور جلالپور جٹاں اس کے علاوہ رفقا کی ایک معتدبہ تعداد مختلف مقامات پر بکھری ہوئی ہے۔

ان مقامی تنظیموں اور اسرہ جات کی تنظیمی و دعوتی سرگرمیوں کی تفصیلات انشاءاللہ العزیز ان کی رپورٹوں میں آپ کے سامنے آجائیں گی۔ مرکز سے رابطہ کے لئے متعین طریق کار کے مطابق ہر مقامی تنظیم کو اپنی دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں اور دیگر ضروری معلومات پر مشتمل ایک ماہوار رپورٹ اور رفقاء کی انفرادی کارکردگی سے متعلق ایک سہ ماہی رپورٹ مرکزی دفتر کو ارسال کرنا ہوتی ہے۔ اس پہلو سے رابطہ کی کیفیت بہت کمزور رہی ہے۔ اس پر ہمیں غور کرنا ہے۔ مقامی تنظیموں کے علاوہ رفقاء سے نجی سطح پر رابطہ کے لئے مرکز سے خطوط کی ترسیل کا ایک باقاعدہ نظام قائم ہو چکا ہے اور الحمدللہ تمام منفرد رفقاء اور اکثر اسرہ جات کے رفقاء سے خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ قائم ہے۔ کئی ایک مقامات پر رابطہ کے لئے مرکز سے نمائندے بھی بھیجے گئے ہیں اور اس کے مفید اثرات محسوس ہوئے۔

گذشتہ سالانہ اجتماع کے موقع پر جناب امیر محترم نے میاں محمد نعیم کو قیم تنظیم اسلامی پاکستان مقرر فرمایا اور یہ حکم دیا کہ موصوف ان کے افکار و نظریات اور ہدایات کے مطابق تنظیم اسلامی کی پیش رفت کے لئے عملی اقدامات کریں چنانچہ سالانہ اجتماع کے موقع پر ہی موصوف نے پیش نظر عملی اقدامات کا ایک اجمالی نقشہ رفقا کے سامنے رکھا تھا۔ رفقاء کو ایک چالیس روزہ پروگرام بھی دیا گیا جو کہ بعد میں باقاعدہ مطبوعہ شکل میں تمام رفقائے تنظیم کو فرداً فرداً پہنچا دیا گیا۔ اس میں رفقاء کی تربیت کے لئے بعض بنیادی ہدایات اور اپنے مقصد کے لئے یکسوئی کی خاطر قرآن مجید کی بعض آیات کے حفظ اور غور و فکر کی تلقین کے علاوہ اپنے گھر والوں اور متعلقین کے سامنے اپنے عزم و ارادہ کا اظہار تھا۔ جناب امیر محترم نے سالانہ اجتماع کے بعد مشورہ سے یہ طے فرمایا کہ میاں محمد نعیم صاحب فی الحال چند ماہ کے لئے اپنی توجہات کو پنجاب اور سرحد پر مرکوز رکھیں۔ کراچی اور سندھ کے دعوتی معاملات کو امیر

تنظیم اسلامی کراچی جناب سراج الحق سید صاحب اور نائب امیر کراچی جناب مختار حسین فاروقی صاحب اپنی صوابدید کے مطابق فروغ دیں۔ بعد میں دونوں جگہ کے تجربات کی روشنی میں مجموعی پروگرام بن سکیں گے۔ میاں محمد نعیم صاحب کو تنظیم اسلامی لاہور کی امارت بھی سونپ دی گئی چنانچہ انہوں نے لاہور ہی میں اپنے پروگرام شروع کر کے دوسری جگہوں تک وسعت دینے کا پروگرام بنایا سالانہ اجتماع کے بعد چالیس روزہ پروگرام کی تکمیل پر آئندہ کے لئے پیش نظر لائحہ عمل کے نمایاں خدوخال متعین کئے گئے۔ لاہور میں اس کے مطابق کام شروع کر دیا گیا اور اس کی تفصیلات' تجربات اور تاثرات پر مشتمل ایک مفصل ماہوار رپورٹ تمام مقامی تنظیموں اور اسرہ جات کو اس ہدایت کے ساتھ بھیجنے کا اہتمام کیا جاتا رہا کہ رفقاء کے مشورہ کے بعد مقامی حالات کی مناسبت سے ضروری ردوبدل کے بعد اس پروگرام کو اپنے ہاں جاری کریں۔ بعد میں تمام رفقاء اور دیگر احباب و متعلقین کی آگاہی' جوش و جذبہ اور ہمت افزائی کی خاطر ان سرگرمیوں کی مفصل رپورٹنگ کا ایک مستقل سلسلہ میثاق میں شروع کر دیا گیا جو کہ اب الحمدللہ لاہور کے علاوہ دوسرے مقامات کی سرگرمیوں پر بھی محیط ہوتا ہے۔ لاہور میں اس لائحہ عمل پر عمل در آمد کے لئے اولاً رفقاء کے باہم مسلسل رابطہ اور تیز حرکت کے لئے اسرہ جاتی نظام کو درست کیا گیا۔ اجتماعات اور شب بسریوں کے پروگرام اس طرح ترتیب دیئے گئے کہ تعلیم و تربیت اور تزکیہ کا اہتمام رہے۔ تبلیغ و دعوت کی خاطر اندرون و بیرون لاہور کام کرنے کے لئے قافلے ترتیب دیئے گئے۔ رفقاء سے اس کے لئے جب اوقات فارغ کرنے کو کہا گیا تو ان کی جانب سے جذبہ و جوش اور پیش قدمی کا اظہار بہت حوصلہ افزا تھا۔ اندرون لاہور کام کرنے کے لئے ۵۱ رفقاء نے ماہانہ دو دن اور بیرون لاہور کے لئے ۲۱ رفقاء نے ماہانہ تین دن فارغ کئے۔ الحمدللہ ان اوقات کا مناسب استعمال ہوا اور رفقاء توسیع دعوت اور ذاتی تربیت کے لئے مختلف اوقات میں لاہور اور اس کی نواحی بستیوں اور بعض دوسرے مقامات پر گروپس کی شکل میں نکلتے رہے۔ یہ پروگرام بالعموم دو حصوں پر منقسم ہوتے تھے۔ **اولاً** اصلاح و تربیت کے انفرادی اور اجتماعی پروگرام۔ یعنی نوافل شکرانہ۔ اللہ تعالیٰ سے تائید و نصرت کی دعائیں' تجدید عہد۔ بعض آیات قرآنی کا مراقبہ یعنی ان کے مقتضیات کو ذہن و قلب میں اتارنے کی کوشش۔ لٹریچر کا اجتماعی مطالعہ' سیرت النبیؐ' صحابہ کرام اور انقلابی شخصیتوں کی زندگی کے واقعات کا مطالعہ۔ ثانیاً توسیع دعوت' اس میں رفقاء دو دو چار چار کی تعداد میں علاقہ کی گلیوں' بازاروں اور پرہجوم مقامات پر لوگوں سے ملتے مختصر گفتگو میں اپنی دعوت پیش کرتے اور اس مقصد کے لئے خصوصی طور پر تیار کردہ لٹریچر تقسیم کرتے۔ دعوتی کام کے اختتام پر کسی سینئر رفیق کے خطاب عام کا بھی پروگرام ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عملی حرکت کو ہمارے لئے جن مختلف پہلوؤں سے موجب خیر و برکت بنایا اس کی تفصیلات آپ تک گشتی مراسلوں اور میثاق کے ذریعہ پہنچتی رہی ہیں۔ اس رپورٹ میں ان کے احاطہ کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ تاہم یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ مختلف سطح پر ذمہ داریاں سنبھالنے کی عملی تربیت اور تجربات و مشاہدات کی روشنی میں نت نئے اور خوب سے خوب تر انداز اختیار کرنا ان پروگراموں کے دوران ممکن ہوا۔ ان پروگراموں کے درمیانی وقفہ میں رفقاء کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں انفرادی اور ذاتی رابطہ کے متعین کام بھی دیئے گئے

اور ان کی جانچ پڑتال کا نظام بنایا گیا۔

۱۴ اگست کو یوم پاکستان کی مناسبت سے لاہور میں رفقائے تنظیم اسلامی کے ایک خاموش مظاہرہ کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ طے یہ ہوا کہ رفقاء کے چھوٹے چھوٹے گروپ کثیر تعداد اور منظم انداز میں مختلف بینرز اور پلے کارڈ اٹھائے ہوئے لاہور کی معروف شاہراہوں پر گشت کریں۔ رفقاء کی ذاتی تربیت کے علاوہ پیش نظر یہ تھا کہ عوام الناس میں سے ملت کے بہی خواہ او ر دردمند لوگوں کو اس ملک کے استحکام کی اصل اساس کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اس کی تیاری میں ہماری تربیت کے بہت سے مواقع پیدا ہوئے اس پروگرام میں حصہ لینے کے لئے لاہور سے ایک سو بیس اور بیرون لاہور سے پچاس رفقاء مرکز میں جمع ہوئے۔ لیکن سوء اتفاق سے ملک میں بعض متحارب سیاسی گروہوں کی کشاکشی کی وجہ سے یوم پاکستان پر حکومت کی جانب سے کچھ پابندیاں عائد ہو گئیں اور شہر کی فضا میں کشیدگی انتہا کو پہنچ گئی۔ ان حالات میں مشورہ کے بعد یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس پروگرام کے صرف تربیتی حصہ پر اکتفا کیا جائے۔ چنانچہ رفقاء صرف مرکز میں جمع رہے۔ ان کے سامنے تنظیم اسلامی کی موجودہ پیش رفت' پیش آمدہ مسائل اور آئندہ عزائم کی تفصیلات رکھی گئی۔ امیر محترم کی تالیف "استحکام پاکستان" کے چیدہ مقامات کا اجتماعی مطالعہ اور بقیہ مقامات کا خلاصہ بیان کیا گیا۔ اس کے علاوہ دور مقامات کے رفقاء کے باہم ربط و ضبط کا عمدہ موقع میسر آیا۔ شہر کے تین اہم مقامات پر مکتبہ لگایا گیا اور جناب امیر محترم کے پیغام پر مشتمل ہینڈ بل اور تنظیم اسلامی کا تعارفی کتابچہ کثیر تعداد میں تقسیم کیا گیا۔

اس سال عاشورہ محرم پر فرقہ وارانہ فضا کچھ کشیدہ ہو گئی۔ جناب امیر محترم کے ایک خطاب جمعہ کو ایک فرقہ نے خوب اچھالا اور افواہیں پھیلا کر ایک غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی۔ حالات قریباً دو ماہ مخدوش رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سنگین صورت حال کو ہمارے لئے اس طرح مفید بنایا کہ رفقاء و احباب جمع رہے۔ رفقائے لاہور کے لئے مسلسل شب بسریوں کا سلسلہ اور بیرون لاہور کے رفقاء کیلئے ہفت روزہ تربیتی پروگرام جاری رہے۔ سب نے مل جل کر کام کیا۔ چھوٹے چھوٹے گروپوں میں اسلام کے انقلابی فکر اور اس کے عملی تقاضوں پر مفید گفتگو کا سلسلہ بھی قائم رہا۔ اس موقع کا انتہائی اہم اور مفید پروگرام جناب امیر محترم کا رفقاء سے انفرادی ملاقاتوں کا اہتمام تھا۔

اس سال کے دوران کراچی اور فیصل آباد میں دو علاقائی اجتماعات منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ پروگرام کے مطابق اکتوبر کے مہینہ میں کراچی میں اجتماع کے انتظامات مکمل ہو چکے تھے لیکن وہاں کے حالات اچانک خراب ہو جانے کی وجہ سے اس کو منسوخ کرنا پڑا۔ بعد میں یہ فیصلہ ہوا کہ فیصل آباد میں بھی علاقائی اجتماع نہ کیا جائے اور دونوں علاقائی اجتماعات کے قائم مقام کے طور پر کراچی میں ایک کل پاکستان ہفت روزہ تربیتی اجتماع ۲۵ دسمبر تا یکم جنوری منعقد کیا جائے لیکن کراچی میں طبقاتی فسادات کی اندوہناک لہر کی وجہ سے اجتماع کا انعقاد پھر ممکن نہ رہا۔ بالآخر یہ اجتماع انہی دنوں میں قرآن اکیڈمی لاہور میں منعقد ہوا۔ اس کی تفصیلات بھی آپ تک میثاق کے ذریعہ پہنچ چکی ہیں۔ اس کے اہم پروگرام یہ ہوئے کہ جناب امیر محترم نے اپنی تالیف "استحکام پاکستان" کا اجتماعی مطالعہ کروایا اور

اہم مقامات کی تشریح فرمائی اور رفقائے تنظیم چار روز لاہور میں اور ایک روز لاہور کے مضافاتی شہروں اور قصبات میں توبہ اور انابت الی اللہ کے لئے نکلے۔ وسیع پیانے پر رفقائے تنظیم اسلامی کی یہ پہلی رابطہ عوام مہم تھی۔ الحمد اللہ تربیتی نقطہ نظر سے بھی اس سے بہت فوائد حاصل ہوئے۔ رفقاء نے اس تجربہ کی روشنی میں اپنے اپنے مقامات پر واپس جاکر اس قسم کی دعوتی و تذکیری مہمات کا اہتمام کیا اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ الحمد اللہ اس سے تنظیم اسلامی کا تعارف بڑھ رہا ہے اور اس کی دعوت وسعت پذیر ہو رہی ہے۔

کل پاکستان تربیتی اجتماع کے بعد جناب امیر تنظیم اسلامی نے میاں محمد نعیم صاحب قیم تنظیم اسلامی پاکستان کو امیر تنظیم اسلامی لاہور کی اضافی ذمہ داری سے فارغ کر کے بیرون لاہور توجہ مرتکز کرنے کا حکم فرمایا۔ موصوف نے پنجاب اور سرحد کے اکثر مقامات (گوجرانوالہ، وزیر آباد، سیالکوٹ، گجرات، اسلام آباد، راولپنڈی، پشاور، فیصل آباد، ملتان، شجاع آباد) کا دورہ کیا۔ رفقاء و احباب سے ملاقاتیں ہوئیں۔ رفقاء کے اجتماعات خصوصی میں باہم مشورہ کے بعد آئندہ کے نقشہ ہائے کار متعین کئے۔ مختلف مقامات پر دعوتی و اصلاحی مہموں کے لئے منصوبہ بندی کی اور مناسب مواقع پر خطاب عام اور سوال و جواب کی نشست کا بھی اہتمام ہوا۔

وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا

"اور پورا کرنے والے اپنے عہد کے جب باہم عہد کرلیں" (البقرہ: ۱۷۷)

MOVING & STORAGE

VANPAC (PAK) INC.

VANPAC

P.O. BOX 6028
8-A, Commercial Building
Abid Majeed Road, Lahore Cantt. P A K I S T A N
CABLES: "V A N C A R E"
PHONES OFF. : 372532 - 373446
RES. : 372618

حدیثِ نبوی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الصِّیَامُ وَالْقُرْاٰنُ یُشَفَّعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ وَیَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ فَیُشَفَّعَانِ -

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے (یعنی اُس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور کھڑے ہو اُس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کریگا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا، آج میری سفارش اسکے حق میں قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا کہ: میں نے اِسکو رات کو سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، خداوندا! آج اسکے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اُس بندہ کے حق میں قبول کی جائیگی (اور اس کیلئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائیگا)

عطیہ اشتہار
رفیع میڈیکل سٹور - ۴ اے مزنگ روڈ، لاہور فون ۲۱۱۲۹۲

کعب بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب حضور ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دُوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ خُطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اُترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپؐ سے (منبر پر چڑھتے ہُوئے) ایسی بات سُنی جو پہلے کبھی نہیں سُنی تھی آپؐ نے ارشاد فرمایا اس وقت جبریل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے جب پہلے درجہ پر مَیں نے قدم رکھا تو انہوں نے فرمایا ہلاک ہو جائے وُہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اُس کی مغفرت نہ ہُوئی، مَیں نے کہا آمین۔ پھر جب دُوسرے درجہ پر چڑھا تو اُنہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپؐ کا ذِکر مُبارک ہو اور وُہ دُرود نہ بھیجے۔ مَیں نے کہا آمین۔ جب مَیں تیسرے درجے پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچیں اور پھر بھی وُہ جنت میں اس کو داخل نہ کرائیں مَیں نے کہا آمین۔

(اس حدیث کو امام حاکم نے رِوایت کیا ہے اور اِسی معنیٰ کی حدیث ابوہریرہؓ کی رِوایت سے امام ترمذی نے بھی بیان کی ہے)

عطیہ اشتہار
خواجہ مزمّل ۔ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اے ہمارے رب، اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو (ان گناہوں پر) ہماری گرفت نہ فرما۔

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ

اور اے ہمارے رب، ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈال جیسا تونے اُن لوگوں پر ڈالا

عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا

جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ

اور اے ہمارے رب، ایسا بوجھ ہم سے نہ اٹھوا جس کے اُٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے۔

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا

اور ہماری خطاؤں سے درگذر فرما، اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔

اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۝

تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ پس کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

ہمیں توبہ کی توفیق عطا کردے

ہماری خطاؤں کو اپنی رحمتوں سے ڈھانپ لے

الداعی الی الخیر: میاں عبدالواحد	بھگوان سٹریٹ پرانی انارکلی لاہور

THE ROARING LION OF AGRO-CHEMICAL INDUSTRY

BUBBER SHER UREA ®

THERE ARE PEOPLE WHO DO THINGS, AND THERE ARE PEOPLE WHO DO THINGS WELL.

AT DAWOOD HERCULES WE DO THINGS WELL! RIGHT FROM OUR INCEPTION 12 YEARS AGO WE'VE BEEN ENGAGED IN A TREMENDOUS OUTPUT, ENSURING BETTER AND HEALTHIER CROPS AND STRENGTHENING THE NATIONAL ECONOMY. DURING THIS TIME WE'VE :

a. PRODUCED 4,000,000 TONS OF BUBBER SHER UREA.
b. SAVED MORE THAN US $ 750,000,000 IN FOREIGN EXCHANGE FOR PAKISTAN.
c. CONTRIBUTED RS. 2000,000,000 TO THE NATIONAL TREASURY IN THE FORM OF DEVELOPMENT SURCHARGE, DUTIES AND TAXES.
d. SAVED FERTILIZER SUBSIDY WORTH RS. 3000,000,000 IN OUR PRODUCTION WHICH WAS USED BY THE GOVERNMENT TO SUBSIDIZE FERTILIZER PRICES, GIVING AN ENORMOUS BENEFIT TO THE FARMER.

BROADLY SPEAKING WE ARE COMMITTED TO A BETTER QUALITY OF LIFE FOR OUR PEOPLE AND WE ARE DEVOTING OUR VAST TECHNOLOGICAL RESOURCES AND AGRO-CHEMICAL KNOW-HOW TO PROVIDING A VITAL INPUT FOR DEVELOPING HEALTHIER CROPS.

WE FEEL PROUD OF THESE ACHIEVEMENTS, AND SHALL CONTINUE TO PLAY OUR KEYROLE IN THE DEVELOPMENT OF AGRICULTURE AND ECONOMY OF PAKISTAN.

dh CHEMICALS

DAWOOD HERCULES CHEMICALS LIMITED
MAKERS OF BUBBER SHER UREA

DAWOOD CORPORATION LIMITED
DISTRIBUTERS OF BUBBER SHER UREA

promoters

افکار و آراء

صنم کدۂ ہند سے

"اسلامی انقلاب" کی طلب

مولانائے محترم　　　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ

یقیناً اللہ تعالےٰ نے آپ کو حالات کی نبض شناسی اور اس کے تجزیے کا خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے۔ استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ کے بعد فطری طور سے اسلامی انقلاب کیا، کیوں، اور کیسے؟ کے لئے طلب شدید ہو جاتی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ جلد اس تصنیف کے لئے مہلت اور توفیق میسر فرمائے۔ آمین۔

کتاب کے کچھ صفحات خاص طور سے میں نے بہت دلجمی کے ساتھ پڑھے، ایک پیراگراف جو بار بار یاد آتا ہے، گرچہ آپ نے اسے ایک PASSIVE قسم کے اسلامی گروپ سے متعلق قرار دیا ہے، ہندوستان کی صورتِ حال میں خود اسلامی تحریکوں کے کارکنوں پر پوری طرح صادق آتا ہے۔

> "لیکن یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اس طبقہ کی ایک بڑی اکثریت محض حسین تمناؤں اور خوشنما آرزوؤں کے سہارے جی رہی ہے، خود کچھ کرنے کو تیار نہیں۔ ان کی خواہش غالباً یہ ہے کہ یہ سارے کام کوئی اور کر دے اور خود اپنی اپنی دلچسپیوں اور پیشہ وارانہ مصروفیتوں میں مگن رہیں، خود انہیں نہ کوئی ایثار کرنا پڑے، نہ قربانی دینی پڑے، نہ کوئی تکلیف برداشت کرنی ہو اور نہ کسی محنت و مشقت کا سامنا ہو، وہ بہت زور لگائیں گے تو کسی جماعت کے لئے (اسلام کے لئے) تائید و تحسین کے چند جملے زبان سے ادا کر دیں گے اور وہ بھی اپنی آمدنیوں کے اعتبار سے آٹے میں نمک کے برابر۔ اللہ اللہ خیر سلا — اس سے آگے بڑھکر نہ ان کی زندگیوں کا رُخ تبدیل ہو گا، نہ دلچسپیوں میں کمی آئیگی

اور نہ ہی شب و روز کے مشاغل میں کوئی فرق واقع ہو گا۔
اور یہی وہ تکلیف دہ صورتِ حال ہے جس نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ صورتِ حال کے تجزیہ اور پھر ایک لائحہ عمل تک پہنچنے کے بارے میں جتنی واضح فکر آپ کی ہے۔ افسوس کہ ہندوستان میں ایسی فکر رکھنے والے لوگ نایابی کی حد تک کمیاب ہیں دُعا کیجئے اللہ تعالےٰ ہمارے دماغوں میں روشنی عطا فرمائے اور دین کی ابتدائی اقامت کا کام ہم لوگوں سے لے

آپ کی کتابیں نوجوانوں کے لئے خاصی دلچسپی کا باعث ہیں، احباب کے حلقے سے مجھ تک پہنچنے میں اسے خاصی دیر لگی، دُعا ہے یہ "انقلابی عمل" بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہو۔

اللہ سے دُعا ہے کہ وہ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔
آپ کے دورۂ ہند کا اگر مستقبل قریب میں کوئی پروگرام ہو تو مطلع فرمائیے گا۔

والسّلام
راشد شاذ علی گڑھ بھارت

(۲)

قرآن کا پیغام اور کیسٹ

دیارِ حرم سے ایک اہم خط

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب۔ السلام علیکم
۱۹۸۰ء میں پہلی بار کراچی TV پر آپ کا لیکچر سُنا بہت اثر ہوا شاید اسلئے بھی کہ وہ ہمارے مادّی وسائل کی آزمائش کا سال تھا اللہ کی رحمت چند دنوں میں ہوئی اور ریاض آگئے درمیان میں بہت بار کراچی جانا ہوا اور باوجود تلاش کے آپ کا کوئی آڈیو یا ویڈیو کیسٹ نہ مل سکا۔ مجھے خود ایک وقت اسلامک سٹڈیز میں ایم اے کا جنون تھا پہلے سال میں تھی کہ شادی ہو گئی تعلیم جاری رکھنے کی اجازت نہیں ملی آزاد ماحول پر تعیش و

زندگی بھر ۱۲ سال تک اولاد بھی نہیں ہوئی کہ وہ پرتعیش زندگی میں رکاوٹ بنتی -
اسی سال جنوری میں شفیق باپ کا انتقال ہوا جنکی صورت بھی نہ دیکھ سکی اور
اس تکلیف دہ حادثہ نے دل و دماغ کے پردے ہٹا دیے - شدت سے اللہ یاد آرہا ہے
چند ماہ سے آپ کے ویڈیو اور آڈیو کیسٹ بھی مل گئے ہیں جن کے ذریعے تفسیرِ قرآن
سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں اپنے اعمال دیکھتے ہوئے اللہ سے بے حد خوف ہے - اللہ
کرے یہ خوف زندگی بھر قائم رہے اور مرنے سے پہلے ہمارے اعمال درست ہو جائیں
اللہ کی راہ میں نکالی ہوئی پہلی رقم کا چیک آپ کے ادارے کو روانہ کر رہی ہوں - اس
خیال سے کہ اس رقم سے آپ ان کیسٹوں کو دوسرے شہروں میں فروغ دیں گے لاہور
میں تو آپ خود موجود ہیں -

"کل ہی آپ کا انڈیا کا کیسٹ "عظمتِ قرآن" کے نام سے دیکھا - اللہ آپ کو
جزاء دے - آپ کا لیکچر یا درس سُن کر ذہن مطمئن ہو جاتا ہے یہ کیسٹ میں اپنے
تمام بہن بھائیوں کے لئے ٹیپ کر رہی ہوں - ان کیسٹ کو سُن کر ریاض میں دو عدد
لیڈی ڈاکٹر جو کراچی سندھ میڈیکل کی پڑھی ہوئی ہیں - انہوں نے ڈاکٹری چھوڑ کر
پردہ شروع کر کے تبلیغ کا کام شروع کیا ہے - تیس چالیس خواتین ہر ہفتہ درس کے
پروگرام میں شریک ہو جاتی ہیں - ایک خاتون نے دو عدد VCR اس کام کے لئے
وقف کر دیئے ہیں کہ عام لوگ بھی آپ کے درس کے کیسٹ ٹیپ کر سکیں - تیسری
لیڈی ڈاکٹر اور اُن کے شوہر دن رات عربی سیکھ رہے ہیں اور آپ کے کیسٹ سُن کر
بہت سی لغویات سے بچنے کی کوشش کر رہے ہیں - یہ تفصیل میں نے اس لئے لکھی ہے
کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کے درس کے کیسٹ کتنا اہم کام انجام دے رہے ہیں !
اللہ نے آپ کے خطاب اور بیان میں وہ بات پیدا کر دی ہے کہ لوگوں پہ اثر کرتا ہے -
میرے والد مرحوم بہت شوق سے TV پہ آپ کو سُنتے تھے اور پروگرام بند ہونے پر
بہت شدید رنجیدہ تھے - اللہ پاکستان کی حکومت کو نیک ہدایت دے کہ وہ عوام کو بہترین
درس سے محروم نہ کریں - اس غریب ملک میں تو TV اور ریڈیو کے ذریعہ گھر گھر اس
قسم کے درس سُنے جا سکتے ہیں - اوّل تو کوئی اس قسم کا پروگرام آتا نہیں ہے اور
اگر آئے تو صرف ۱۵ - ۱۰ منٹ کا - پھر یہ کہ واعظ میں جوش و جذبہ کا فقدان

کم از کم میرے جیسے انسان کو سننے پر راغب نہیں کر پاتا - اسی لئے محترم بزرگ میری
دلی خواہش ہے کہ آپ قرآن اکیڈمی میں ان کیسٹ کو خصوصی طور پہ تیار کروا کر
پاکستان میں گھر گھر رائج کرائیں - اللہ تعالیٰ آپ کو صحت زندگی اور طاقت عطا
کرے کہ آپ سالہا سال تک مسلمانوں کو درس اور اللہ کے خوف کا احساس دلاتے
رہیں آمین عمرے پہ بھی انشاء اللہ خصوصی دعا کروں گی -

آپ سے بھی التجا ہے کہ میرے والد محمد حامد اور سسر خلیل اللہ کی مغفرت کی
دعائیں کریں - مزید یہ کہ ۱۲ سال بعد اللہ نے بیٹے جیسی نعمت دی جو صرف ۳ سال
کا ہے اس کی درازئی عمر کے ساتھ نیک اور صالحین میں شامل ہونے کی دعائیں کریں -
اللہ ایسے بندوں کی دعائیں ضرور سنتا ہے جو اسے یاد رکھتے ہیں -

نکہت

ریاض - سعودی عرب

ماہرینِ تعلیم توجہ فرمائیں

قرآن کالج میں پرنسپل کی ذمہ داری سنبھالنے کے لیے ایسے اصحاب سے درخواستیں
مطلوب ہیں جو دینی مزاج رکھنے کے ساتھ ساتھ درج ذیل اہلیت کے حامل ہوں :-

(i) عربی زبان میں اچھی دسترس رکھتے ہوں -

(ii) اکنامکس، پولیٹیکل سائنس یا ایجوکیشن میں ایم اے یا پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھنے والوں
کو ترجیح دی جائے گی -

(iii) کسی کالج میں تدریس کا کم و بیش دس سالہ تجربہ رکھتے ہوں جس میں ایڈمنسٹریشن کا کم از کم پانچ سالہ
تجربہ شامل ہو -

نوٹ : مناسب تجربہ اور اہلیت رکھنے والے حضرات یکم اگست سے پہلے پہلے رابطہ فرمائیں :
المعلن : قمر سعید قریشی، ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۳۶ - کے، ماڈل ٹاؤن -
فون : ۸۵۲۶۸۳

قرآن کالج میں داخلے کے بارے میں

ایک اہم اعلان

طے شدہ پروگرام کے مطابق قرآن کالج میں تدریس کا آغاز اوائل جون سے ہونا تھا لیکن اس دوران ہمیں کراچی اور پشاور کے طلبہ کی طرف سے متعدد خطوط موصول ہوئے ہیں۔ جن میں یہ درخواست کی گئی ہے کہ چونکہ کراچی اور پشاور میں انٹر کے امتحانات ماہ جولائی میں متوقع ہیں لہٰذا قرآن کالج میں تدریس کے سلسلے کا آغاز ماہِ اکتوبر سے کیا جائے تاکہ ان شہروں کے طلبہ بھی اس کالج میں داخلے سے محروم نہ رہیں۔

اِس صورتِ حال کے پیشِ نظر اور بعض دیگر وجوہات کی بنا پر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی مجلسِ منتظمہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ قرآن کالج میں تدریسی سلسلے کا آغاز یونیورسٹی کے شیڈیول کے مطابق ماہِ اکتوبر سے کیا جائے گا۔

لہٰذا اب داخلہ بھیجنے کی آخری تاریخ ۳۱ مارچ کی بجائے ۳۱ اگست ہوگی۔

نوٹ: کالج پراسپکٹس اور داخلہ فارم حاصل کرنے کیلئے مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے نام دس روپے کا پوسٹل آرڈر یا ڈاک ٹکٹ روانہ کریں

المعلن: قمر سعید قریشی، ناظمِ اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن فون ۸۵۲۶۸۳

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی — یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

آزاد کشمیر کے دُور اُفتادہ گاؤں محمد آباد میں شاہین بچوں کو قرآن اور دیگر علوم دینیہ پڑھانے کے لئے اپنی ایک کنال زمین وقف کر کے دارالعلوم محمدی خدام القرآن والسنۃ کا آغاز کر دیا ہے۔ مسجد اور مدرسے کی تعمیر کے پہلے مرحلے میں ۲ لاکھ ۲۹ ہزار روپے کے منصوبے پر کام کی تکمیل کے لئے اہلِ خیر سے تعاون کی اپیل ہے۔

تعاون کرنے والے حضرات نقد رقوم کے علاوہ سیمنٹ سریا اور دیگر تعمیراتی لوازم کے علاوہ لائبریری کے لئے کُتب و فرنیچر کی فراہمی کے ذریعے بھی تعاون فرما سکتے ہیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ: مہتمم صاحبزادہ سید حسین احمد ہاشمی اکاؤنٹ نمبر ۴۷ نیشنل بنک گوڑھی دوپٹہ
موضع محمد آباد ڈاک خانہ لنگرپورہ ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر۔

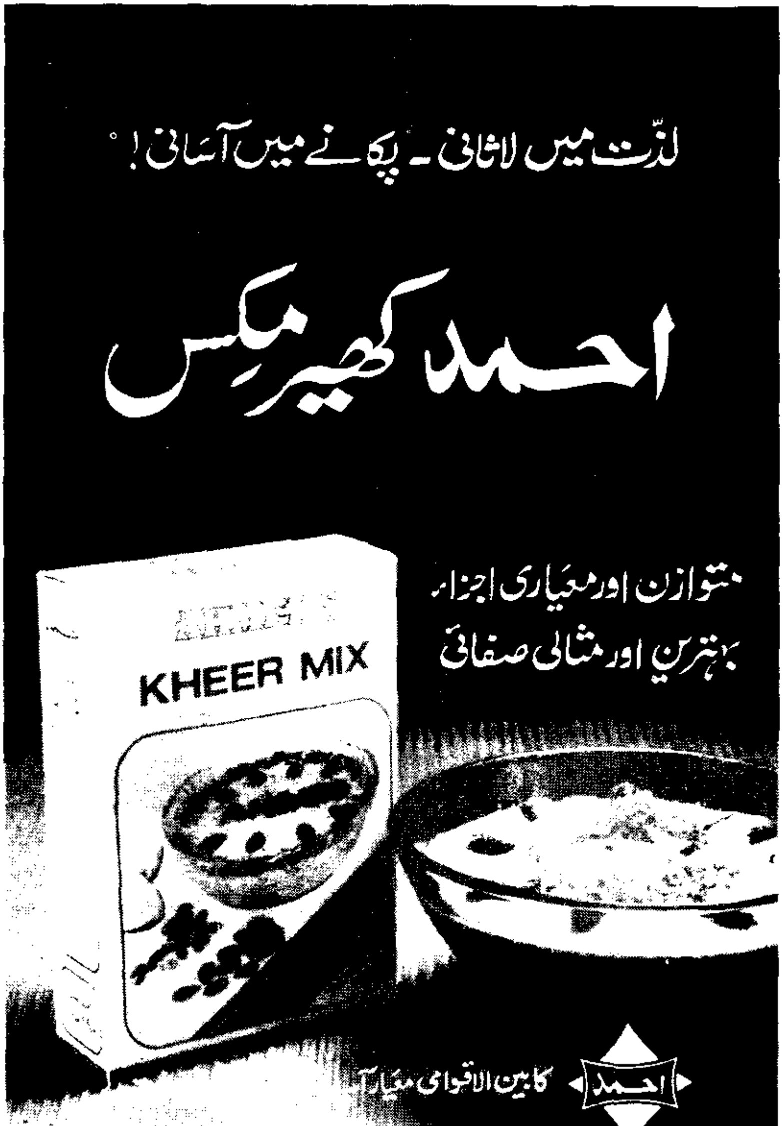
لذّت میں لاثانی ۔ پکانے میں آسانی !
احمد کھیر مِکس
متوازن اور معیاری اجزاء
بہترین اور مثالی صفائی
KHEER MIX
احمد
کا بین الاقوامی معیار

انقلابِ اسلامی کے علمبرداروں کیلئے
راہنما تازہ کتاب

"دورِ جدید کے داعیانِ اسلام"

جس میں

اخوان المسلمون مصر کے مرشد عام کے حالات زندگی از مولانا خلیل حامدی صاحب

اخوان المسلمون سوڈان کے سربراہ کا جماعتی طریق کار

مسلم مفکر و دانشور ڈاکٹر اسماعیل راجی شہید کی زندگی پر فکر انگیز مضمون

نیز امریکہ میں ہونے والے

شیخ احمد دیدات اور پادری جمی سواگرٹ

کے مناظرے کی جھلک ـــــ قیمت ۵۰/۷ روپے

آج ہی بذریعہ ڈاک منگوایئے۔

الھدیٰ پرنٹرز بالمقابل آئی ڈیپارٹمنٹ میوہسپتال روڈ۔ لاہور

اندرون و بیرون ملک منگوانے کیلئے

دینی کتب

ہمیں خدمت کا موقع دیں

معیاری کتابت اور نفیس طباعت کا مرکز

مثلاً اشتہارات، لیبل، شادی کارڈ، وزیٹنگ کارڈ، کیش میمو لیٹر فارم

پمفلٹ سکول پرچہ جات، فارم، پلاسٹک بیج وغیرہ کی چھپائی کا بہترین مرکز،

ربڑ کی مہریں، سٹائلش بلاک اور مضبوط جلد بندی کیلئے تشریف لائیں

سامان کتابت نیز سکول آفس سٹیشنری کی خریداری کیلئے رجوع کریں

شیر آرٹ پریس پلاسٹک مارکیٹ شاہ عالم لاہور فون: ۲۵۲۷۰۹

آفس **الھدیٰ پرنٹرز** بالمقابل آئی ڈیپارٹمنٹ میوہسپتال۔ لاہور

بغیر کسی معاوضہ کے دینی کیسٹ سنئیے اور ان کی مفت ریکارڈنگ کرایئے

طاہر ہارڈ ویئر سٹور بیرون لوہاری گیٹ لاہور

ہر قسم کے بال بیرنگز کے مراکز

سندھ بیرنگ ایجنسی، ٦٥ منظور اسکوائر پلازہ کوارٹرز کراچی۔ فون ٧٢٣٣٥٨ / ٧٢١١٧٢

خالد برادرز۔ بالمقابل کے۔ ایم۔ سی ورکشاپ نشتر روڈ کراچی

فون: ٧٣٥٨٨٣ / ٧٣٢٩٥٢ / ٧٣٠٥٩٥

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اور سب مل کر اللہ کی رسّی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو

Seiko

BRAKE + CLUTCH LINING

میسی فرگوسن ٹریکٹر کے ہر ماڈل پُرزہ جات کے ہول سیل ڈیلر

S SEIKO

سٹاکسٹ: طارق آٹوز ١٣۔ نظام آٹو مارکیٹ بادامی باغ لاہور۔ فون: ٢٠٠٩٦٠

فہمِ قرآن

اور

خصوصاً قرآن کے منضبط اور مربوط مطالعہ کے ضمن میں —

ڈاکٹر اسرار احمد

کی نشری (ریڈیو) تقاریر پر مبنی ایک اہم تصنیف

قرآن مجید کی سورتوں کا اجمالی تجزیہ

(سورہ الفاتحہ تا سورہ الکہف)

ضرور مطالعہ کیجیے

◎

اعلیٰ سفید کاغذ ○ عمدہ کتابت ○ دیدہ زیب طباعت

ہدیہ : ۱۲ روپے

نبی اکرمؐ کی اصل جلالتِ قدر اور عظمتِ شان کو
کوئی نہیں جان سکتا، مختصراً یہی کہا جاسکتا ہے کہ

"بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر"

ہمارے لیے اصل قابلِ غور مسئلہ یہ ہے کہ:

کیا ہم آپؐ کے دامن سے صحیح طور پر وابستہ ہیں؟
اس لیے کہ اسی پر ہماری نجات کا دار و مدار ہے

اِس اہم موضوع پر
ڈاکٹر اسرار احمد کی مختصر لیکن نہایت مؤثر تالیف

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے تعلق کی بنیادیں

کا خود بھی مطالعہ کیجیے اور اس کو پھیلا کر تعاون علی البر کی سعادت حاصل کیجیے

هدیہ فی نسخہ: تین روپے۔ تبلیغی مقصد کے لیے یک صد نسخوں پر ۳۳ فی صد کمیشن دیا جائے گا:

THE ORIGINAL
Coca-Cola
Have a Coke and a smile.
"COCA-COLA" AND "COKE ARE THE REGISTERED TRADE-MARKS WHICH IDENTIF
THE SAME PRODUCT OF THE COCA-COLA COMPANY.
paragon

ضرورت معاون

برائے مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن، لاہور

مرکزی مکتبہ انجمن خدام القرآن لاہور کے مکتبہ میں کام کرنے کے لیے ایک ایسے تحریکی مزاج کے حامل ساتھی کی ضرورت ہے جو کسی اشاعتی ادارہ یا کسی ماہنامے/ہفت روزہ میں کام کا اچھا تجربہ رکھتا ہو۔ تعلیمی استعداد کم ازکم میٹرک ہونی چاہیئے۔ مرکزی انجمن خدّام القرآن یا تنظیم اسلامی سے وابستہ ساتھی کو ترجیح دی جائے گی۔ تنخواہ تعلیمی قابلیت اور تجربہ کی بنیاد پر گورنمنٹ پے اسکیل میں مقرر کی جائے گی۔ قرآن اکیڈمی کے ہوسٹل میں ( ) رہائش اور طعام کا مقررہ اخراجات کی ادائیگی پر انتظام ہو سکے گا۔

اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر جس میں اپنے مکمل کوائف درج ہوں زیادہ سے زیادہ ۲۵ رمئی تک درج ذیل پتہ پر روانہ کر دیجیئے۔

مینجر مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۴

رمضان المبارک
کی اہمیت اور فضیلت

اس کتابچہ میں رمضان کی اہمیت اور فضیلت پر عام فہم انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس ماہِ مبارک میں ذکر و ورد اور طاق راتوں میں نوافل ادا کرنے کے طریقے بھی بتائے گئے ہیں۔ صفحات ۳۲۔ قیمت ۴ روپے۔ ڈاک خرچ ایک روپیہ۔
پانچ روپے کا پوسٹل آرڈر یا ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

ادارہ سراجِ منیر ۲۸۷۔ ایف۔ رحمانپورہ۔ لاہور۔ ۱۶

SOHRAB
سہراب

MONTHLY
MEESAQ
LAHORE

Regd. L. No. 7360
Vol. 36 No. 5
MAY 1987